سلسلۂ اشاعت
امامیہ مشن لکھنؤ نمبر ۵۸۵

خطبات کربلا

دوسرا ایڈیشن

آیۃ اللہ العظمیٰ
سید العلماء مولانا سید علی نقی النقوی
طاب ثراہ

قیمت [illegible]

تعارف

"خطباتِ کربلا" ایک خالص علمی و تحقیقاتی مقالہ ہے جو سید العلماء طاب ثراہ کے کاوشِ قلم کا نتیجہ ہے۔

پہلا ایڈیشن کئی سال پہلے ہی ختم ہو چکا تھا اور قدر شناسوں کے بار بار مطالبوں پر اب اسکو دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔

امید ہے کہ قارئین زیادہ سے زیادہ ہاتھوں تک اس رسالے کو پہنچا کر تبلیغی حیثیت سے مدد دیں گے۔

عابد طباطبائی

سکریٹری

امامیہ مشن۔ چوک لکھنؤ

maablib.org

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ
الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ

خطبات کربلا

خَطَابَہ اور خُطبَہ

منبر وغیرہ پر یا کھڑے ہو کر نثر میں جو کلام بغیر کسی خاص مخاطب کو پیش نظر رکھے ہوئے کیا جائے اُسے عربی زبان میں خطبہ کہتے ہیں۔ غالباً ہماری اُردو زبان میں تقریر کا بھی یہی مفہوم ہے۔ اس کلام کے کرنے کو عربی میں "خطابت" کہتے ہیں جو بفتح خا ہے۔ عام طور پر لوگ کسرہ کے ساتھ بولتے ہیں مگر وہ صحیح نہیں ہے۔ خطبہ کی لفظ کبھی اس مفہوم مصدری کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے۔ ورنہ ہے وہ حاصل مصدر یعنی اس فعل کے انجام دینے سے جو شے عالم وجود میں آئی وہ خطبہ ہے اور اُس شخص کو جو یہ کام اچھی طرح انجام دیتا ہو "خطیب" کہتے ہیں (قاموس اللغۃ)

عرب اور فن خطابت

خطابت کے ضروری اجزا ہیں بلاغت اور قوت خیال اور عرب میں یہ دونوں

maablib.org

Presented by: https://jafrilibrary.com

عنصر جس کمال کے ساتھ تھے وہ اُن کی شاعری سے ظاہر ہی ہے بلکہ اُن کا قومی نام عرب خود ہی اُن کی قوت تکلم کا ترجمان ہے۔ پھر شاعری میں بلاغت کا طریق عمل بعض اوقات رقیق جذبات کے اظہار کی طرف مائل ہو جاتا ہے جن میں انفرادی تاثرات یا بعض نقادوں کی زبان میں محض داخلیت ہوتی ہے مگر خطابت کا تعلق ایک جماعت کے ساتھ ہوتا ہے اس لیے اُس میں بلند آہنگی اور اقدام پسندی اور تاثیر کا عنصر زیادہ کارفرما ہوتا ہے اس لیے وہ قومیں خطابت میں پیچھے ہوتی ہیں جنہیں اقدام کے مواقع نصیب نہیں ہوتے اور جذبات میں تحریک کا کوئی تقاضا نہیں ہوتا لیکن عرب قوم میں اُن کے ماحول اور آب و ہوا کی تاثیر نے آزادی، بلند ہمتی اور شدت احساس کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی اس لیے بلاغت اُن کے نفوس میں ایک عجیب برقی رو پیدا کرتی تھی چند مختصر جملے جو شرائط بلاغت کے ساتھ کسی خطیب کی زبان سے نکل جاتے تھے ایک بڑی سے بڑی جماعت کو اٹھا دیتے اور بٹھا دیتے تھے پھر اُن میں جو باہمی نزاعیں اور خانہ جنگیاں ہوتی رہتی تھیں اور جو قبائلی تصادم ہوتے تھے اُن میں خطابت کے استعمال کے مواقع زیادہ سے زیادہ ملتے تھے یہ خطبے اکثر موقع و محل کے تقاضا سے کمانوں کو زمین پر ٹیک کر اور نیزوں یا تلواروں سے اشارے کر کر کے پڑھے جاتے تھے اور کبھی خطیب اپنے مرکب پر سوار ہو کر تقریر کرتا تھا (البیان والتبیین جاحظ ج ۱ ص ۱۳۹ و ج ۲ ص ۲۲)

چونکہ شاعری اور خطابت کے بہت سے اہم عناصر مشترک ہیں

اس لیے زیادہ تر شعرا خطیب اور زیادہ تر خطبا شاعر ہوتے تھے اور جس قبیلہ میں شاعر اچھے ہوتے تھے اُس میں خطیب بھی اچھے پیدا ہوتے تھے پھر بھی شاعری اور خطابت میں باعتبار جاہلیت و اسلام فرق نظر آتا ہے۔

زمانہ جاہلیت میں شاعری خطابت پر مقدم تھی اس لئے کہ خطابت کا تعلق اجتماعی زندگی کے ساتھ ہوتا ہے اور جاہلیت میں تمدنی دائرے عرب کے بہت محدود تھے لیکن اسلام میں خطیب کا درجہ شاعر سے مقدم ہوگیا (تاریخ آداب اللغۃ العربیہ جرجی زیدان مسیحی جلد ا ص ۱۶۴-۱۹۵)

بات یہ ہے کہ اسلام نے شخصی عیش کو اجتماعیت کے دریا میں فنا ہوجانے کی عشرت میں تبدیل کردیا تھا اس لئے یہاں وعظ و ارشاد تحریک جہاد، تنظیم اعمال، انہی چیزوں کا دور دورہ تھا اور یہ کوئی بات بغیر خطابت کے نہیں ہوسکتی۔ اسی لیے پیغمبر اسلامؐ جبکہ قدرت کی جانب سے شاعری سے اس درجہ الگ رکھے گئے کہ اعلان ہوگیا۔ وما علمناہ الشعر پھر بھی خطابت میں آپ کا مقام نہایت بلند ہے۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے اگرچہ کبھی رجز وغیرہ کے موقع پر اشعار نظم فرمائے مگر آپ کے کلام کا کوئی مستند مجموعہ تک راویان اخبار اور علمائے سلف کا جمع کیا ہوا ہمارے ہاتھ میں موجود نہیں ہے مگر خطبے آپ کے اس وقت تک وہ ہیں جو تواریخ کے صفحات پر زریں حروف میں الگ نمایاں ہیں اور نہج البلاغہ اور دستور معالم الحکم وغیرہ مستقل کتابوں کی شکل میں علیحدہ موجود ہیں اور ایک دنیا سے خراج عقیدت حاصل کرتے ہیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.com/

محرکاتِ خطابت کے لحاظ سے کربلا کے موقع کی اہمیت

۱۰ محرم سنہ ۶۱ھ کو واقع ہونے والا واقعۂ کربلا جس کے سلسلہ کی قریبی کڑیاں رجب سنہ ۶۰ھ سے شروع ہوگئی تھیں اس میں جتنے خطابت کے محرکات جمع تھے اتنے دنیا کی تاریخ میں کہیں مشکل سے نظر آ سکتے ہیں۔

یہ ایک عظیم الشان حق و باطل کا مقابلہ تھا۔ مادیت و روحانیت کا لافانی تصادم تھا۔ ایک انتہائی قلیل التعداد جماعت کے عزم و ہمت، ولولہ و امنگ کے اس مظاہرہ کا ہنگام تھا جو اپنے سے بدرجہا زیادہ کثرت اور مشکلات و مصائب کے سیلاب کے مقابلہ میں پُر استقلال اور باعمل رکھ سکے اور حق سے بے خبر یا تعصب برتنے والے دشمن گروہ کے سامنے اظہار حقیقت اور اتمام حجت کی وہ کوشش تھی جو اُس کی غلط کرداری میں معذرت یا تاویل کا کوئی پہلو باقی نہ رکھے اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے سامنے اس غیر متوازن مقابلہ کے اسباب کو پیش کر دینا تھا جو آئندہ تاریخ کے لئے حق شناسی اور معاملہ فہمی کا سرمایہ بن سکیں۔ یہ تمام مقاصد خطبوں ہی کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتے تھے اور اس لیے کربلا سے متعلق خطبوں کو صرف ادبی حیثیت سے اہمیت حاصل نہیں ہے بلکہ فلسفہ

شہادت حسینؑ کے سمجھانے میں بھی اُن کا بڑا دخل ہے۔

واقعہ کربلا کے تمہیدی واقعات سے

متعلق سب سے پہلا خطبہ

جہاں تک مجھے معلوم ہے حضرت امام حسینؑ نے مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت کوئی خطبہ ارشاد نہیں فرمایا اور نہ اس کا موقع تھا، اسی طرح مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد بھی کوئی خطبہ حضرت کا نہیں ملتا اس لیے کہ آپ کی حیثیت مکہ معظمہ کے قیام میں صرف ایک پناہ گزین کی تھی حکومت یزید کے خلاف کسی تنظیم یا تحریک کی مہم آپ کے سامنے نہ تھی۔ ہاں آپ کے مکہ معظمہ میں قیام کی اطلاع جب کوفہ میں ہوئی تو اہل کوفہ میں حرکت پیدا ہوئی اور سلیمان بن صرد خزاعی[1] کے مکان پر اجتماع ہوا اس موقع پر جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ کے الفاظ یہ ہیں۔

وبلغ اهل الكوفة هلاك معاوية فارجفوا بيزيد وعرفوا خبر الحسينؑ وامتناعه	اہل کوفہ کو معاویہ کی ہلاکت کا حال معلوم ہوا تو یزید کے افعال و اعمال کا چرچا ہونے لگا اور امام حسینؑ اور آپ کے

[1] سلیمان اصحاب رسولؐ میں سے تھے، پھر امیر المومنینؑ کے ساتھ جمل و صفین وغیرہ میں شریک جہاد رہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com/

من بیعته وما کان من امر ابن
الزبیر فی ذلک وخروجهما الی
مکة فاجتمعت الشیعة
بالکوفة فی منزل سلیمان بن
صرد الخزاعی فذکروا هلاک
معاویة فحمدوا الله واثنوا علیه
فقال سلیمان بن صرد[1] ان
معاویة قد هلک وان حسینا
قد تقبض علی القوم ببیعته
وقد خرج الی مکة وانتم
شیعته وشیعة ابیه فان
کنتم تعلمون انکم ناصروه
ومجاهدو عدوه فاکتبوا الیه
وان خفتم الفشل[2] والوهن

بیعت یزید سے انکار اور ابن زبیر کے واقعات
اور ان دونوں کے مکہ کی طرف جانے کے
حالات بھی معلوم ہوئے تو کوفہ کے شیعہ
سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان میں جمع ہوئے
اور ان لوگوں نے معاویہ کی ہلاکت کا ذکر
کیا اور شکر خدا ادا کیا ——
—— اس موقع پر سلیمان بن صرد خزاعی نے
کہا کہ معاویہ کی ہلاکت ہوگئی اور حضرت امام
حسینؑ نے بیعت سے انکار کیا ہے اور مکہ
معظمہ چلے گئے ہیں اور تم لوگ اُن کے
اور اُن کے پدر بزرگوار کے شیعہ ہو اب
اگر تم یقین کے ساتھ سمجھتے ہو کہ اُن کی مدد
کروگے اور اُن کے دشمنوں سے جنگ
کروگے تو اُنھیں خط لکھو اور اگر سستی اور

---

[1] طبری نے اس خطبہ کو اس سند سے نقل کیا ہے کہ :-
قال ابو مخنف فحدثنی الحجاج بن علی عن محمد بن بشر الهمدانی
انه قال اجتمعت الشیعة فی منزل سلیمان بن صرد فذکرنا هلاک
معاویة فحمدنا الله علیه فقال لنا سلیمان ان معاویة قد هلک الخ

[2] طبری میں ہے، وان خفتم الوهن والفشل فلا تغروا الرجل من نفسه

فلا تغرّ واالرّجل فی نفسہ قالوا لا بل نقاتل عدوہ ونقتل انفسنا دونہ قال فاکتبوا الیہ فکتبوا الیہ۔

کمزوری کا اندیشہ محسوس کرو تو دیکھو خبردار دھوکا دے کر اُن کی جان کو خطرہ میں نہ ڈالو سب نے کہا نہیں بلکہ ہم اُن کے دشمن سے جنگ کریں گے اور اُن کے سامنے اپنی جان نثار کریں گے۔ کہا تو پھر خط لکھو چنانچہ خط لکھا گیا۔

سیاق کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مجمع میں سلیمان سے پہلے کچھ اور مقررین نے اظہار خیالات کیا تھا اور اس کے بعد سلیمان نے یہ دوراندیشی کی تقریر کی تھی مگر افسوس ہے کہ پہلے مقررین کے اسمار اور اُن کے خطبے ہم تک نہیں پہونچ سکے۔ اس لئے ہم جہاں تک ہمارے دسترس کا تعلق ہے سلیمان ہی کے الفاظ کو اس سلسلہ کا پہلا خطبہ قرار دے رہے ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ سلیمان کا پورا خطبہ نہیں بلکہ اس کا ایک خلاصہ ہے جو ہم تک پہونچ سکا ہے۔

عابس شاکری کی تقریر

جب حضرت سید الشہداؑ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو اپنا نائب بناکر کوفہ روانہ کیا اور وہ کوفہ پہونچے اس موقع کے حالات میں طبری نے لکھا ہے :۔

اقبل مسلم حتی دخل الکوفۃ
فنزل دار المختار بن
ابی عبیدۃ وھی التی تدعی
الیوم بدار مسلم بن المسیب
واقبلت الشیعۃ تختلف الیہ
فلما اجتمعت علیہ جماعۃ
منھم قرأ علیھم کتاب حسین
فاخذوا یبکون فقام عابس
بن ابی شبیب الشاکری فحمد
اللہ واثنی علیہ ثم قال اما
بعد فانی لا اخبرک عن الناس
ولا اعلم ما فی انفسھم ولا
اغرک منھم واللہ احدثک
عما انا موطن نفسی علیہ
واللہ لاجیبنکم اذا دعوتم
ولاقاتلن معکم عدوکم و
لاضربن بسیفی دونکم حتی
القی اللہ لا ارید بذلک الا
ما عند اللہ۔

مسلم نے کوفہ میں پہونچکر مختار بن ابی عبی
کے مکان میں جو آج کل خانۂ مسلم بن مسیب
کے نام سے مشہور ہے قیام کیا اور شیعہ
لوگ ان کے پاس آنے جانے لگے جب
ایک کافی جماعت اُن کے پاس جمع ہو گئی
تو اُنھوں نے اُن کے سامنے حضرت امام
حسینؑ کا خط پڑھکر سنایا، سب لوگ
رونے لگے، اس وقت عابس بن ابی
شبیب شاکری کھڑے ہوئے اور انھوں نے
حمد و ثنائے الٰہی ادا کی۔ پھر کہا صاد
بات یہ ہے کہ میں آپ کو ان لوگوں کے
متعلق کچھ بتانا نہیں چاہتا اور نہیں سمجھ
سکتا کہ ان کے دلوں میں کیا ہے اور
اُنکے متعلق آپکو دھوکا دینا پسند نہیں کرتا
بلکہ جو کچھ میں نے اپنے دل میں ٹھان لیا ہے وہ
آپکو بتاتا ہوں کہ جب آپ لوگ بلائینگے تو میں
لبیک کہونگا اور آپکے ساتھ آپکے دشمنوں سے جنگ
اور آپ حضرات کے سامنے اپنی تلوار سے آخر دم تک حرب
کرونگا جس سے میری نیت صرف اللہ کی خوشنودی کی
اور کچھ نہیں۔

اگرچہ ان الفاظ سے مخاطب بظاہر جناب مسلم کی طرف ہے۔ اس لحاظ سے اُسے خطابت نہیں بلکہ مکالمات میں داخل ہونا چاہئیے مگر اُس کے پیش ہونے کا انداز، کھڑا ہونا۔ حمد و ثنا ادا کرنا اور پھر اس کا پس منظر اور مضمون یہ بتاتا ہے کہ اُس میں اس مناسبت سے کہ جناب مسلم نے حضرت امام حسینؑ کا خط پڑھ کر سنایا تھا اگرچہ مخاطب جناب مسلم ہیں مگر مقصود اُس سے تمام مجمع کو متاثر کرنا اور ایک طرف اُن کے خالی خولی گریہ و بکا کی بے وقعتی ظاہر کرنا اور دوسری طرف اپنے عزم و ارادہ کی اطلاع دے کر انہیں اپنے اپنے دل کی گہرائیوں میں جائزہ لینے کی طرف متوجہ کرنا مطلوب ہے اور اس لیے اُن کے الفاظ کو ایک خطبہ ہی کی حیثیت دینا درست معلوم ہوتا ہے۔

حبیب بن مظاہر کی تقریر

اسی جلسہ میں عابس بن ابی شبیب شاکری کے بعد طبری کا بیان ہے:۔

فقام حبیب بن مظاہر	حبیب بن مظاہر کھڑے ہوے
الفقعسی فقال رحمك الله	... اور کہا خدا کی رحمت تم پر، تم نے اپنے
فقد قضیت ما فی نفسك	دل کی بات بڑے مختصر الفاظ میں ادا
بواجز من قولك ثم قال و	کر دی۔ پھر کہا میں بھی قسم اُس خدا کی
انا والله الذی لا اله الا هو	جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں،
علیٰ مثل ما هذا علیه۔	یہی ارادہ رکھتا ہوں جو ان کا ارادہ ہے

سعید بن عبداللہ حنفی کی تقریر

حبیب بن مظاہر کی تقریر کے بعد طبری نے لکھا ہے :-

ثم قال الحنفی مثل ذالک — "پھر (سعید بن عبداللہ) حنفی نے ایسا ہی کہا"

"ایسا ہی" کے معنی وہی الفاظ تو نہیں سمجھنا چاہئیں بلکہ ایسی تقریر کہ جس کا مضمون وہی تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُن کے اصل الفاظ ہم تک نہیں پہونچ سکے کہ وہ کیا تھے۔

یہ تینوں تقریریں جس سچائی کے ساتھ ہوئی تھیں اُس پر کربلا میں ان بہادروں کے خون سے مہر تصدیق ثبت ہو گئی۔

دربار دشمن میں ایک مختصر مگر معرکہ آرا خطبہ

یہ خطبہ ہی نہیں بلکہ ایک جراٴت آمیز اقدام تھا جس کے خطیب نے انتہائی نازک اور ہیبتناک ماحول میں اپنے اس خطبہ سے جہاد حسینی میں وہ امکانی شرکت کی ہے جو تاریخ میں یادگار حیثیت رکھتی ہے۔

یہ خطیب قیس بن مسہر صیداوی ہیں جنہیں حضرت امام حسینؑ نے مکہ معظمہ سے عراق کی طرف روانگی کے بعد بطن الرمہ کے مقام حاجر سے اہل کوفہ کے نام خط دے کر بھیجا تھا۔ وہاں صورت حال یہ تھی کہ مسلم بن عقیل شہید ہو چکے

تھے اور ابن زیاد کی طرف سے کوفہ کی ناکہ بندی ہوگئی تھی اور اسی ذیل میں قادسیہ کے ناکے پر حصین بن تمیم ہزاروں کا لشکر لیے ہوئے تعینات تھا۔

شیخ مفید لکھتے ہیں اور طبری کی روایت بھی اس سے متفق ہے:-

فاقبل قیس بن مسهر الی الکوفة بکتاب الحسین حتی اذا انتهی الی القادسیة اخذه الحصین بن نمیر فبعث به الی عبید الله ابن زیاد فقال له عبید الله ابن زیاد اصعد[1] فسب الحسین ابن علی فصعد قیس فحمد[2] الله واثنی علیه ثم قال ایها الناس ان هذا الحسین ابن علی خیر خلق الله ابن فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وآله وانا رسوله الیکم فاجیبوه ثم لعن عبید الله بن زیاد واباه واستغفر لعلی بن ابی طالب واثنی علیه فامر به عبید الله ان یرمی به

قیس بن مسہر امام حسینؑ کا خط لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب قادسیہ پہونچے تو حصین بن نمیر نے انھیں گرفتار کرلیا اور انھیں عبید اللہ بن زیاد کے پاس بھیجدیا۔ ابن زیاد نے اُن سے کہا کہ چڑھو اور حسین بن علی کو برا کہو۔ یہ سُن کر قیس چڑھے اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا کہ اے لوگو تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ حسین بن علیؑ خلق خدا میں سب سے بہتر، فاطمہؑ دختر پیغمبرؐ کے فرزند ہیں اور میں اُن کی طرف سے تمہارے پاس بھیجا ہوا آیا ہوں تمہارا فرض ہے کہ ان کی مدد کے لیے روانہ ہوجاؤ، اس کے بعد انھوں نے ابن زیاد اور اُس کے باپ پر لعنت کی اور حضرت علی بن ابی طالبؑ پر درود بھیجا اور آپ کی توصیف وثناء

---

[1] طبری کی روایت میں اصعد القصر ہے [2] طبری کی روایت میں حمد وثنائے الٰہی کا ذکر نہیں ہے

بمن فوق القصر فتقطع[۱]
وروی انه وقع علی الارض
مکتوفا فتکسرت عظامه و
بقی به رمق فجاءه رجل یقال
له عبد الملک بن عمیر اللخمی
فذبحه فقیل فی ذلک وعیب
علیه فقال اردت ان اریحه
(ارشاد)

کی۔ فوراً ابن زیاد نے حکم دیا کہ انہیں قصر کے کوٹھے سے نیچے گرا دیا جائے وہ گرا دیے گئے اور اُن کے جسم کے ٹکڑے اڑ گئے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ اس حال میں زمین پر گرے کہ اُن کی مشکیں بندھی ہوئی تھیں تو اُن کی ہڈیاں شکستہ ہو گئیں مگر اُن میں رمقِ جان باقی تھی تو ایک شخص جس کا نام عبد الملک بن عمیر لخمی تھا بڑھا اور اُس نے انہیں ذبح کر دیا جب اس بارے میں اُسے برا کہا گیا تو اُس نے کہا میں نے توچاہا کہ انہیں تکلیف سے چھٹکارا دلا دوں۔

اس خطبہ کی اگر شرح کی جائے تو کافی طولانی ہوگی۔ قیس کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ جانتے تھے کہ اس خطبہ کے ختم ہونے سے پہلے اُن کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا اس لیے وہ اس مختصر وقفہ میں وہ سب کچھ کہہ دینا چاہتے تھے جو اُنہیں کہنا تھا اس لیے ابن زیاد کی اس فرمائش پر کہ اوپر جاکر حسین بن علیؑ کو برا کہو انھوں نے ایک لمحہ بھی توقف نہیں کیا جس سے ابن زیاد کو یہ سمجھنے کی کافی وجہ تھی کہ ماحول کی ہیبت نے قیس کو اپنی جان کی خیر منانے پر آمادہ کر دیا ہے اور وہ اب اپنے تحفظ جان کے لیے وہ سب کچھ کرنے پر تیار ہیں جو یہ کہوں بلندی پر جانے کے بعد انھوں نے ابن زیاد کی مذمت یا امیر المومنینؑ کی

Presented by: https://jafrilibrary.com

منقبت کو مقدم نہیں رکھا کیونکہ پھر اُن کا اصل مقصد رہ جاتا۔ اُنہوں نے شدید قلبی اضطراب کے باوجود اپنی تقریر کو متوازن اور مطمئن حالات کے عام تقاضوں کے مطابق حمد و ثنائے الٰہی سے شروع کیا جس سے ابن زیاد کچھ سمجھ ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس کے بعد کیا کہیں گے۔ پھر انہوں نے آغاز مقصد ایہا الناس ان ھذا الحسین بن علی کے ساتھ کیا جس سے ابن زیاد اور تمام مجمع ہمہ تن گوش ہو گیا کہ اب اس کے بعد حسین کا دوست اور حسین کا قاصد وہ کچھ کہے گا۔ جو حسین کے دشمنوں کا دل چاہتا ہے مگر اس کے بعد (اگرچہ راویوں نے نہیں بتایا مگر یقیناً) ان کے بیان کی رفتار تیز ہو گئی انہوں نے رعد کی سی گرج اور بجلی کی سی تڑپ کے ساتھ حسینؑ کی عزت ذاتی (خیر خلق اللہ) اور خصوصیت نسبی (ابن فاطمۃ بنت رسول اللہ) اور اپنے منصب سفارت (انا رسولہ الیکم) اور اہل کوفہ کے فرض (فاجیبوا) کا اعلان کیا اور اب اپنے سفر کے مقصد اور زندگی کے ماحصل کو پورا کر کے موت کو یقینی سمجھتے ہوئے اتنی دیر میں کہ جب تک جلاد اُن تک پہنچے مدح اور قدح کے ساتھ اپنے جذبات اور ضمیر دونوں کی تشنگی کے بجھانے کا سامان کیا اور اب اُن کی زندگی کے ابن زیاد کے لیے ناقابل برداشت ہونے کا یہ عالم تھا کہ قتل کے کسی ایسے فرمان نے بجائے جس میں کچھ دیر لگے مضطربانہ اور غیر فطری طریقہ اُن کے قصر کے اوپر سے نیچے گرا دینے کے حکم کی صورت میں اختیار کرنا پڑا۔ یہ ہو گیا اور قیس کی اُکھڑتی ہوئی سانسیں فخر کر رہی تھیں کہ شادم از زندگی

خویش کہ کارے کردم۔"

تاریخ طبری سے پتہ چلتا ہے کہ قیس بن مسہر کی شہادت کی خبر حضرت کو حر سے ملاقات کے بعد پہونچی ہے کربلا کے بہت قریب منزل عذیب الہجانات پر جب کوفہ کے چار آدمی جو مجمع بن عبداللہ عائذی وغیرہ تھے نافع بن ہلال کا کوتل گھوڑا اپنے ساتھ لیے طرماح بن عدی کی رہنمائی میں کربلا پہونچے۔ طبری نے لکھا ہے:۔

قال لهم الحسين اخبروني خبر الناس وراءكم فقال له مجمع بن عبد الله العائذي وهو احد النفر الاربعة الذين جاءوه اما اشراف الناس فقد اعظمت رشوتهم وملئت غرائرهم يستمال ودهم ويستخلص به نصيحتهم فهم الب واحد عليك واما سائر الناس بعد فان افئدتهم تهوى اليك وسيوفهم غدا مشهورة عليك قال اخبرني فهل لكم خبر برسولي اليكم قالوا

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ ذرا وہاں کے لوگوں کے حالات تو بتاؤ۔ مجمع بن عبداللہ عائذی نے جو اُن چار آنے والے آدمیوں میں سے ایک تھے کہا کہ جو بڑے لوگ ہیں اُن کو بڑی رشوتیں دی گئی ہیں اور اُن کی جیبیں بھر دی گئی ہیں۔ اس طرح اُن کو طرفدار بنا لیا گیا ہے لہٰذا وہ سب آپ کے خلاف متفق ہیں۔ رہ گئے دو... لوگ اُن کے دل تو آپ کی طرف جھکے ہیں مگر تلواریں اُن کی کل آپ کے خلاف ... بلند ہوں گی۔ کہا اچھا! کچھ تمہیں میرے قاصد کی بھی خبر ہے۔؟ کہا وہ کون۔ فرما... "قیس بن مسہر صیداوی" کہا جی ہاں۔ لیکن...

من هو قال قيس بن مسهر
الصيداوي فقالوا نعم
اخذه الحصين بن نمير
فبعث به الى ابن زياد
وامره ان يلعنك ويلعن
اباك فصلى عليك وعلى
ابيك ولعن ابن زياد
واباه ودعا الى نصرتك
واخبرهم بقدومك فامر
به ابن زياد فالقى من
طمار القصر فترقرقت
عينا حسين عليه السلام
ولم يملك دمعه ثم
قال منهم من قضى نحبه
ومنهم من ينتظر وما
بدلوا تبديلا اللهم
اجعل لنا ولهم الجنة
نزلا واجمع بيننا وبينهم
فى مستقر من رحمتك

واقعہ یہ ہے کہ حصین نے اُن کو گرفتار کر لیا
اور اُنھیں ابن زیاد کے پاس بھیجدیا
ابن زیاد نے اُنھیں حکم دیا کہ وہ آپ
کی اور آپ کے والد بزرگوار کی شان
میں کلمات نازیبا استعمال کریں مگر
اُنھوں نے آپ اور آپ کے پدر
بزرگوار پر درود بھیجا اور ابن زیاد کو
اُس کے باپ پر لعنت کی اور لوگوں کو
آپ کے آنے کی اطلاع دی اور اُنھیں
آپ کی امداد کی طرف دعوت دی اس
پر ابن زیاد نے حکم دیا اور وہ قصر کے
اوپر سے نیچے پھینک دئے گئے۔ یہ
سنکر حضرت کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا
آئے اور حضرت گریہ فرمانے لگے۔ پھر
قرآن کی آیت پڑھی (جس کا مضمون یہ ہے)
کہ کچھ گزر گئے اور کچھ وقت کے منتظر ہیں
اور ان سب نے اپنی بات کو بدلا نہیں
پھر کہا خداوندا انکے اور ہمارے لیے
بہشت کو محل ضیافت قرار دے اور ہمارا اور انکے

در غائب مذخور ثواب کثیر درمیان اپنی قرار گاہ رحمت اور اپنے ذخیرہ کردہ ثواب کے مرکز میں یکجائی پیدا کر دے۔

اسی سے ملتا ہوا عبداللہ بن یقطر کا واقعہ:

قیس بن مسہر صیداوی کے واقعہ سے بہت مشابہ ایک واقعہ طبری نے عبداللہ بن یقطر کے متعلق لکھا ہے لیکن اس کا ذکر انھوں نے راہ کے واقعات میں اُس منزل پر نہیں کیا ہے جہاں سے عبداللہ بن یقطر کو روانہ کیا ہے بلکہ اس منزل کے حالات میں ذکر کیا ہے جہاں اُن کی خبر شہادت پہونچی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

حدثنی ابو علی الانصاری عن بکر بن مصعب المزنی قال کان الحسین لا یمر باھل ماء الا اتبعوہ حتی انتھی الی زبالۃ فسقط الیہ مقتل عبداللہ بن یقطر وکان سرحہ الی مسلم بن عقیل من الطریق وھو لا یدری انہ قد صد فتلقاہ خیل الحصین بن نمیر بالقادسیۃ فسرح

مجھ سے ابو علی انصاری نے بیان کیا بکر بن مصعب مزنی کی زبانی، اُس نے کہا کہ حسینؑ جس چشمہ کی طرف سے گزرتے تھے وہ لوگ آپ کے ساتھ ہو جاتے تھے یہاں تک کہ جب آپ منزل زبالہ پر پہونچے تو آپ کو آپ کے برادر رضاعی عبداللہ ابن یقطر کے قتل کی خبر پہونچی۔ آپ نے انھیں مسلم بن عقیل کی طرف راستے سے بھیجا تھا کہ یہ معلوم نہ تھا کہ وہ شہید ہو چکے ہیں۔ قادسیہ میں حصین بن نمیر کی فوج نے انھیں

به الی عبید الله بن زیاد فقال
اصعد فوق القصر فالعن الکذاب
ابن الکذاب ثم انزل حتی
اری فیك رأیي قال فصعد
فلما اشرف علی الناس قال
ایها الناس انی رسول الحسین
ابن فاطمة ابن بنت رسول
الله صلی الله علیه وسلم لتنصروه
وتوازروه علی ابن مرجانة
ابن سمیة الدعی فامر به
عبید الله فالقی من فوق
القصر الی الارض فکسرت
عظامه وبقی به رمق
فاتاه رجل یقال له عبد
الملك بن عمیر اللخمی فذبحه
فلما عیب ذلك علیه قال
انما اردت ان اریحه قال
هشام حدثنا ابو بکر بن عیاش عمن
اخبره قال والله ما هو عبد الملك

گرفتار کر لیا اور ابن زیاد کے پاس
بھیج دیا۔ اُس نے کہا کہ قصر کے
اوپر چڑھ جاؤ اور... حسین بن علی
پر (معاذ اللہ) لعنت کرو پھر اترو
تو تمہارے بارے میں کچھ فیصلہ کرونگا
یہ سُنکر وہ قصر کے اوپر گئے۔ جب
لوگوں کے سامنے پہونچے تو کہا اے
لوگو! میں دخترِ رسول خداؐ حضرت
فاطمہؑ کے فرزند امام حسین علیہ
السّلام کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تم ان کی
مدد اور نصرت کرو، ابن مرجانہ کے
خلاف جو سمیہ کی بے باپ کی اولاد ہے۔
یہ سننا تھا کہ عبید اللہ ابن زیاد نے حکم دیا اور
انھیں قصر کے اوپر سے زمین کی طرف پھینک
دیا گیا جس سے اُن کی ہڈیاں شکستہ ہوگئیں
اور اُن میں رمقِ جان باقی رہ گئی تو ایک
شخص آیا جس کا نام عبد الملک ابن عمیر لخمی
تھا، اُس نے انھیں ذبح کیا۔ جب لوگوں نے
برا بھلا کہا تو اُس نے کہا کہ میں نے تو چاہا کہ انھیں

maablib.org

ابن عمیر الذی قام الیه
فذبحه ولکنه قام الیه
رجل جعد طوال یشبه
عبد الملک بن عمیر قال
فاتی ذلک الخبر حسینا
وهو بزبالة فاخرج
للناس کتابا فقرأ علیهم
بسم الله الرحمن الرحیم
اما بعد فانه قد اتانا
خبر فظیع قتل مسلم بن
عقیل وهانی بن عروة و
عبد الله بن یقطر وقد
خذلتنا شیعتنا فمن
احب منکم الانصراف
فلینصرف لیس علیه منا
ذمام

راحت دیدوں ہشام کا بیان ہے کہ ہم سے
ابوبکر بن عیاش نے ایک شخص کی زبانی بیان
کیا، انھوں نے کہا وہ درحقیقت عبد الملک
ابن عمیر لخمی نہ تھا جس نے اٹھ کر انھیں ذبح کیا
بلکہ ایک دوسرے لمبے قد اور گھونگھر والے
بالوں والا شخص تھا جو عبد الملک بن عمیر سے
کچھ ملتا ہوا تھا۔ یہ خبر امام کو اُس وقت پہنچی
جب آپ منزل زبالہ پر تھے۔ حضرت نے
لوگوں کے سامنے ایک تحریر پڑھی جس میں
لکھا تھا کہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
واضح ہو کہ ہم کو نہایت دردناک خبر پہنچی ہے اور
وہ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبد اللہ بن
یقطر کے قتل ہونے کی اور یہ کہ ہمارے لوگوں نے
ہم سے تعاون ترک کر دیا لہذا جو شخص تم میں
سے واپس جانا چاہے وہ چلا جائے اُس
پر ہماری طرف سے کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

اس میں جہاں تک قادسیہ میں گرفتار ہونے، ابن زیاد کے پاس بھیجے جانے
اُس کی طرف سے قصر پر چڑھ کر امام حسینؑ کو برا کہنے کے حکم اور پھر قصر پر جا کر اس
کی مرضی کے خلاف تقریر کرنے اور وہاں سے گرا دیے جانے کا

maablib.org

Presented by: https://jafrilibrary.com

اصل واقعہ ہے وہ قیس بن مسہر کے واقعہ کے ساتھ اتنا یکساں ہے کہ انھیں دو مستقل واقعے ماننا مشکل ہوتا ہے اور اس لیے شیخ مفید علیہ الرحمہ نے قیس بن مسہر صیداوی کے واقعہ ہی کو اصل قرار دیا ہے اور عبداللہ بن یقطر کے نام کو اس میں بطور ایک قول کے نقل کیا ہے۔ انھوں نے تحریر فرمایا ہے۔

ولما بلغ الحسین الحاجر من بطن الرمۃ بعث قیس بن مسہر الصیداوی ویقال بل بعث اخاہ من الرضاعۃ عبد اللہ بن یقطر الی الکوفۃ۔

جب امام حسینؑ بطن رمہ کے مقام حاجر تک پہنچے تو قیس بن مسہر صیداوی کو کوفہ کی طرف روانہ کیا اور ایک قول یہ ہے کہ انھیں نہیں بلکہ آپ نے اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطر کو روانہ کیا تھا۔

نیز آخر میں عبداللہ بن یقطر کے قتل کا یہ حال کہ عبدالملک بن عمیر لخمی نے ذبح کیا اور کہا کہ میں راحت دینا چاہتا تھا، انھوں نے قیس ہی کی شہادت کے حال میں ایک قول قرار دے کر نقل کر دیا ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

اس صورت میں ایک شکل تو یہ ہے کہ ہم قیس بن مسہر کے واقعہ کو اصل تسلیم کریں اور یہ سمجھیں کہ کسی وجہ سے بعض راویوں نے اسی کو عبداللہ بن یقطر کی طرف منسوب کر دیا مگر طبری نے حضرت امام حسینؑ کی جو تحریر منزل زبالہ پر پڑھنے کا حال درج کیا ہے اس تحریر کے الفاظ میں صراحۃً عبداللہ بن یقطر کا نام ہے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ عبداللہ بن یقطر ہی کے متعلق اس واقعہ کو صحیح سمجھیں اور قیس بن مسہر کے لیے اس واقعہ کی نسبت تسلیم نہ کریں مگر قیس کا ذکر شیخ مفید اور طبری دونوں ہی کر رہے ہیں اور لکھتے ہیں کہ وہ بطن الرمہ کے حاجر

سے بھیجے گئے تھے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی شخصیت اور ان کا امام حسینؑ کی طرف سے بھیجا جانا متفق علیہ ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ قیس اور عبداللہ دونوں کی رسالت کو تسلیم کیا جائے اور مشترک حصہ کو دونوں کے لیے یکساں طور پر واقع ہونا تسلیم کریں اور مختص امور کو ہر ایک سے الگ متعلق کریں یعنی یہ کہیں کہ قیس اور عبداللہ میں اتنا فرق ہے کہ قیس نے ابتدا میں حضرت امام حسینؑ کی تعریف و توصیف میں خیر خلق اللہ و ابن فاطمہ بنت رسول اللہ کے الفاظ کہے تھے اور اس کے بعد اپنے بھیجے جانے کا ذکر کیا تھا اور عبداللہ بن یقطر نے شروع ہی سے بس اپنے بھیجے جانے کا ذکر کیا اور اسی میں یہ کہہ دیا کہ اُن کی مدد اور نصرت کرو اور قیس نے بعد میں ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی اور امیر المومنینؑ پر صلوات بھیجی اور عبداللہ بن یقطر نے امام حسینؑ کی امداد کی دعوت کے ساتھ ہی یہ کہہ دیا کہ ابن مرجانہ کے خلاف جو سمیہ کی بے باپ کی اولاد ہے اور اس کے بعد یہ فرق سمجھا جائے کہ قیس بن مسہر کا جسم کوٹھے پر سے زمین پر گرتے ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا مگر عبداللہ بن یقطر کی صرف ہڈیاں شکستہ ہوئی تھیں اور ان میں رمقِ جان باقی تھی اور عبدالملک بن عمیر لخمی نے انھیں ذبح کیا اور جب برا کہا گیا تو کہا کہ میں انھیں راحت دینا چاہتا تھا۔

بظاہر تو جمع بین الروایات کی یہی صورت ہے مگر جن کو مذاق تاریخی ہے وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس میں کیا استبعادات ہیں۔ ان میں سے

جس کو پہلے امام نے روانہ فرمایا ہو اُس کے بعد دوسرے کے روانہ کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ ۲۔ دوسرے یہ کہ نوعیت واقعہ سے ظاہر ہے کہ ابن زیاد کا یہ حکم دینا کہ قصر پر جا کر حسین کو بُرا کہو مگر اسی سے امام حسینؑ کے قاصد کا یہ فائدہ اٹھانا کہ وہ امام حسینؑ کے سلسلہ میں اپنے مشن کی تبلیغ کر دے ایک حاکم کے لئے اور وہ بھی ابن زیاد کا سا، کتنی خجالت انگیز شکست تھی۔ اب ایک دفعہ وہ اتنی بڑی زک اٹھانے کے بعد پھر بالکل اُسی طرح کی زک اُٹھانے کے لئے تیار ہو جاتا یا دھوکا کھا جاتا۔ ان میں سے کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ تیسرے یہ کہ اس صورت میں امام حسینؑ نے منزل زبالہ میں جو تحریر پڑھی ہے اُس میں مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کے ساتھ دو شخصوں کی شہادت کا ذکر ہونا چاہیے۔ ایک قیس بن مسہر اور دوسرے عبداللہ بن یقطر مگر آپ کے یہاں ذکر ایک ہی شخص کا ہے۔ دوسرے کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ چوتھے یہ کہ مجمع بن عبداللہ عائذی سے امام نے صرف اپنے ایک قاصد کو پوچھا اور وہ قیس بن مسہر صیداوی۔ دوسرے قاصد یعنی عبداللہ بن یقطر کا کچھ حال نہ پوچھا کہ اُن پر کیا گزری۔ ہاں ان آخری دو باتوں کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ عبداللہ بن یقطر کی خبر جناب مسلم و ہانی کے ساتھ پہلے آ چکی تھی جس کی حضرت نے منزل زبالہ پر خبر دی اور قیس کی خبر حر سے ملاقات کے بعد تک کوئی نہیں آئی تھی اس لئے مجمع بن عبداللہ سے حضرت نے اُنہی کو دریافت فرمایا۔

پھر بھی تاریخی حیثیت سے یہ مسئلہ ابھی تک میری نگاہ میں ایک مشکل کی

حیثیت رکھتا ہے جو پورے طور پر حل ہوتے نظر نہیں آتی۔

لشکرِ حُر کے سامنے امامؑ کا خطبہ

عراق کی طرف جاتے ہوئے جب حر کا لشکر ایک ہزار کا امام سے آکر کربلا میں ملاقی ہوا۔ حضرت انھیں سیراب کرا چکے اور اس کے بعد ظہر کی نماز کا وقت آیا تو حضرت نے نماز سے قبل ۱؎ اس لشکر کے سامنے ایک تقریر فرمائی جس کا ذکر شیخ مفید اور طبری دونوں نے اس طرح کیا ہے۔

فلم یزل الحر موافقا للحسینؑ	حر امام کے ساتھ رہا یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت
حتی حضرت صلوٰۃ الظہر	آیا اور امام حسین علیہ السلام نے حجاج
وامر الحسینؑ الحجاج بن مسرور ۲؎	بن مسرور (مسروق) کو حکم دیا کہ اذان دیں
ان یوذن ۳؎ فلما حضرت الاقامۃ	جب اقامت کا ہنگام آیا تو امام حسینؑ

۱؎ ابو حنیفہ دینوری نے "الاخبار الطوال" میں اس خطبہ کو نماز ظہر کے بعد بتایا ہے اور کہا ہے۔ فلما انفتل من صلوتہ حوّل وجہہ الی القوم۔ ثم قال یعنی" جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو چہرہ اپنا مجمع کی طرف موڑا اور پھر فرمایا۔

۲؎ ارشاد کے طہرانی نسخہ میں یونہی ہے مگر بظاہر وہ غلط ہے "مسروق" ہونا چاہیے چنانچہ طبری میں پورا نام اسی طرح درج کیا ہے اور کہا ہے فامر الحسینؑ الحجاج بن مسروق الجعفی۔

۳؎ طبری میں اضافہ ہے "فاذن"

خرج الحسین فی ازار و رداء و نعلین فحمد الله و اثنی علیه ثم قال ایها الناس[1] انی لم اتکم حتی اتتنی کتبکم وقدمت علی رسلکم[2] ان اقدم علینا فانه لیس علینا امام لعل الله ان یجمعنا بک علی الهدی والحق فان کنتم علی ذلک فقد جئتکم فاعطونی[3] ما

برآمد ہوئے۔ ایک تہمد، ایک چادر اور نعلین پہنے ہوئے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا ایہا الناس میں تمہاری جانب اس وقت تک نہیں آیا جب تک کہ تمہارے خطوط نہیں اور قاصد نہیں پہنچے کہ آئیے ہمارا کوئی امام نہیں ممکن ہے آپ کے ذریعے سے خدا ہمیں حق و ہدایت پر مجتمع کر دے۔ اب اگر تم لوگ اس بارے پر قائم ہو تو میں آگیا ہوں ہی اب تم مجھ سے اطمینانی طریقہ سے از سرِ نو عہد و پیمان کرو کہ میرا ساتھ دو گے اور

---

[1] دینوری نے خطبہ کے الفاظ میں "ایہا الناس" کے بعد اتنا اضافہ کیا ہے "معذرۃ الی اللہ ثم الیکم" میں اللہ کے سامنے اور تمہارے سامنے اپنا عذر بتانا چاہتا ہوں۔ طبری میں بھی ہے: "انہا معذرۃ الی اللہ عزوجل والیکم"۔

[2] دینوری کی روایت میں "وقدمت علی رسلکم" کے بعد یہ تفصیل کہ تم نے کیا لکھا تھا مذکور نہیں ہے بس اس کے بعد یہ ہے: "فان اعطیتمونی ما اطمئن الیہ من عہودکم ومواثیقکم دخلنا معکم مصرکم وان تکن الاخری انصرفت من حیث جئت" اگر تم مجھ سے قابلِ اطمینان صورت سے عہد و پیمان کرو تو ہم سب تمہارے ساتھ تمہارے شہر میں داخل ہوں اور اگر دوسری صورت ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں وہاں واپس جاؤں۔

[3] طبری میں یہاں پر یہ الفاظ ہیں کہ "فان تعطونی ما اطمئن الیہ من عہودکم ومواثیقکم اقدم مصرکم"۔

اطمئن الیہ من عہودکم و مواثیقکم وان لم تفعلوا وکنتم لقدومی[1] کارهين انصرفت عنکم الی المکان الذی جئت[2] منه الیکم فسکتوا عنه ولم یتکلم احد منهم بکلمة فقال للمؤذن اقم۔ ارشاد۔ تاریخ طبری ج۶

اگر تم ایسا نہیں کرنا چاہتے اور تم میرا آنا ناپسند کرتے ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں وہاں واپس چلا جاؤں۔ یہ سنکر سب خاموش رہے اور کسی نے ایک لفظ بھی جواب میں نہیں کہا۔ حضرت نے مؤذن کو حکم دیا کہ اقامت کہو۔

لشکر حُر کے سامنے دوسرا خطبہ

عصر کی نماز کے بعد جبکہ اب آگے روانہ ہونے کی تیاری بھی ہو چکی تھی حضرت نے دوسرا خطبہ ارشاد فرمایا جسے شیخ مفید اور طبری نے اس طرح نقل کیا ہے[3]۔

---

[1] و [2] طبری میں لقدومی کی جگہ لمقدمی اور جئت کے بجائے اقبلت ہے۔ یہ صرف لفظی اختلاف ہے جس سے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

[3] دینوری نے الاخبار الطوال میں عصر کے بعد کے خطبہ کے الفاظ نقل نہیں کیے ہیں بلکہ یہ لکھ دیا ہے کہ ثم انفتل الیہم فاعاد مثل القول الاول "پھر اُن کی جانب مڑے اور پہلے ہی قول کے مثل الفاظ دوبارہ کہے" بہر حال اس سے بھی یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ دوسری مرتبہ بعینہٖ الفاظ وہی تھے جو پہلی مرتبہ تھے بلکہ یہ کہ مضمون وہی تھا جو پہلے ارشاد ہوا تھا اور یہ اس خطبہ کے الفاظ پر جو شیخ مفید وغیرہ نے درج کئے ہیں ایک حد تک منطبق ہے۔

ثم سلم وانصرف الیهم بوجهه
فحمد الله واثنی علیه ثم
قال اما بعد ایها الناس فانکم
ان تتقوا الله وتعرفوا الحق
لاهله یکن ارضی لله عنکم
ونحن اهل بیت محمد واولی[1]
بولایة هذا الامر علیکم من
هؤلاء المدعین ما لیس
لهم والسائرین فیکم بالجور
والعدوان وان ابیتم الا
کراهیة لنا والجهل بحقنا
وکان رأیکم الان غیر ما
اتتنی به[2] کتبکم وقدمت
به علی رسلکم انصرفت
عنکم فقال له الحر انا والله
ما ادری ما هذه الکتب و
الرسل التی تذکر فقال الحسین

پھر حضرت نے سلام پھیرا اور اُن لوگوں
کی طرف متوجہ ہوئے اور حمد وثنائے الٰہی
کے بعد فرمایا ایہا الناس! تم لوگ اگر
خوفِ الٰہی سے کام لو اور حق کو صاحب
حق کے پہچانو تو یقیناً اللہ کی رضا کا
اچھا ذریعہ ہوگا۔ ہم رسول کے اہلبیت
ہیں اور اس منصب کے زیادہ مستحق
ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جو اس کا غلط
دعویٰ کرتے ہیں اور جو تمہارے ساتھ
ظلم وتعدی کا سلوک کرتے ہیں اور اگر
تم بہر حال ہمیں ناپسند کرتے ہو اور ہمارے
حق سے چشم پوشی کرنے پر تلے ہوئے ہو اور
تمہاری رائے اب تمہارے خطوط کے
مضامین اور قاصدوں کے بیانات کے
خلاف ہے تو میں واپس چلا جاؤں اب حر
نے جواب دیا کہ خدا میں نہیں جانتا کہ یہ خطوط و
قاصد جن کا آپ ذکر کرتے ہیں کیا ہیں؟ یہ سنکر

---

[1] طبری میں ہے۔ ونحن اهل البیت اولی ۔ [2] طبری کے الفاظ ہیں:۔ وان انتم کرهتمونا وجهلتم حقنا وکان رأیکم غیر ما اتتنی ۔ الخ

علیہ السلام لبعض اصحابہ یاعقبۃ بن سمعان اخرج الخرجین الذین فیہما کتبہم فاخرج خرجین مملوئین صحفا فنشرت بین یدیہ الخ

(ارشاد و طبری)

امام حسینؑ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا کہ اے عقبہ بن سمعان! وہ دونوں تھیلے تو لے آؤ جن میں ان لوگوں کے خطوط ہیں وہ دو تھیلے نکال کر لائے جو خطوط سے بھرے ہوئے تھے اور وہ خطوط سامنے پھیلا دیے گئے۔

اسکے بعد کا ایک اہم خطبہ

طبری کی روایت ہے :-

قال ابو مخنف عن عقبۃ بن ابی الغیزار ان الحسین خطب اصحابہ واصحاب الحر بالبیضۃ فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ایھا الناس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال من رأی سلطانا جائرا مستحلا لحرم اللہ ناکثا لعہد اللہ مخالفا لسنۃ

ابو مخنف نے عقبہ بن ابی غیزار کی زبانی نقل کیا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنے اصحاب اور حر کے ساتھیوں کے سامنے مقام بیضہ پر خطبہ ارشاد فرمایا تو پہلے حمد و ثنائے الٰہی ادا کی۔ پھر فرمایا اے گروہ مردم! حضرت پیغمبر خدا کا ارشاد ہے کہ جو کوئی کسی ظالم بادشاہ کو دیکھے کہ وہ محرمات الٰہیہ کو حلال بنائے ہوئے ہے، عہد خدا کو توڑے ہوئے سنت پیغمبر خدا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یعمل فی عباد اللہ بالاثم
والعدوان فلم یغیّر علیہ
بفعل ولا قول کان حقا علی
اللہ ان یدخلہ مدخلہ
الا وان ھؤلاء قد لزموا
طاعۃ الشیطان وترکوا
طاعۃ الرحمن واظھروا
الفساد وعطلوا الحدود
واستأثروا بالفیئ واحلوا
حرام اللہ وحرموا حلالہ
وانا احق من غیر وقد اتتنی
کتبکم وقدمت علیّ رسلکم
ببیعتکم انکم لا تسلمونی
ولا تخذلونی فان تممتم
علی بیعتکم تصیبوا رشدکم
فانا الحسین بن علی وابن فاطمۃ
بنت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ (وآلہ) وسلم نفسی

کا مخالف ہے اور بندگان الٰہی میں گناہ
اور ظلم وتعدی کے افعال کا مرتکب
ہوتا ہے اور یہ اُس پر قول یا فعل
کسی صورت سے بھی تبدیلی کی کوشش
نہ کرے تو اللہ کے لیے زیبا ہوگا کہ
وہ اس شخص کو اُسی ظالم کے درجہ میں
داخل کرے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ
لوگ (اہل شام) شیطان کی اطاعت
کے پابند ہو گئے، اللہ کی اطاعت کو
چھوڑ چکے ہیں، انھوں نے فتنہ وفساد
ظاہر کیا ہے، حدود اللہ کو معطل کر دیا
ہے، مسلمانوں کے مشترک اموال کو
اپنی ملکیت سمجھ لیا ہے، حرام الٰہی کو
حلال اور حلال کو حرام بنا دیا ہے اور
میں سب سے زیادہ اس کا حقدار ہوں کہ اس وقت
انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کروں اور تمہارے خطوط
میرے پاس آ چکے اور تمہارے قاصد پہنچ
چکے اس عہد وپیمان کے ساتھ کہ تم مجھے چھوڑ دو گے
نہیں، میرے تعاون کو ترک نہ کروگے۔ اب اگر

مع انفسکم واهلی مع
اهلیکم فلکم فیّ اسوة
وان لم تفعلوا ونقضتم عهدکم
وخلعتم بیعتی من اعناقکم
فلعمری ماهی لکم بنکر
لقد فعلتموها بابی واخی
وابن عمی مسلم والمغرور
من اغتر بکم فحظکم اخطأتم
ونصیبکم ضیعتم ومن
نکث فانما ینکث علی
نفسه وسیغنی الله عنکم
والسلام علیکم ورحمة
الله وبرکاته۔

تم اس اپنے معاہدہ پر قائم ہو تو راہ راست
حاصل کرو گے اور اس صورت میں
میں حسین جو علیؑ اور دختر رسولؐ خدا فاطمہ
کا فرزند ہوں میری جان تمہاری جانوں سے
وابستہ اور میرے اہل وعیال تمہارے
اہل وعیال کے ساتھ ہوں گے اور جو
مجھ پر گزرے اس میں تم کو شریک رہنا
ہوگا اور اگر ایسا نہ کرو اور اپنے معاہدہ کو
توڑ دو اور میری بیعت کا حلقہ بھی اپنی گردنوں
سے اتار پھینکو تو یہ کوئی عجیب امر نہ ہوگا۔
تم نے ایسا ہی میرے باپ، میرے بھائی
اور میرے چچا کے بیٹے مسلمؑ کے ساتھ کیا۔
بڑا فریب خوردہ ہے وہ جو تمہارے فریب میں آئے
مگر اس سے کسی اور کا نقصان نہیں ہوگا تم ہی اپنے حصہ کو ہاتھ سے دو گے اور اپنے نصیب
کو برباد کرو گے اور جو عہد توڑے گا عہد شکنی سے اپنا ہی نقصان کریگا اللہ مجھے عنقریب تم سے
بے نیاز کردیگا۔

راستے کا ایک اور خطبہ

طبری رقمطراز ہیں:۔

وقال عقبة بن ابی العیزار
قام حسین علیه السلام
بذی حسم فحمد الله
واثنی علیه ثم قال انه
قد نزل من الامر ما قد
ترون وان الدنیا قد تغیرت
وتنکرت وادبر معروفها
واستمرت جدا فلم یبق
منها الا صبابة کصبابة
الاناء وخسیس عیش
کالمرعی الوبیل الا ترون
ان الحق لا یعمل به وان
الباطل لا یتناهی عنه
لیرغب المؤمن فی لقاء
الله محقا فانی لا اری
الموت الا شهادة ولا الحیوة
مع الظالمین الا برما۔

عقبہ بن ابی العیزار کا بیان ہے کہ امام
حسین علیہ السلام مقام ذی حسم میں
کھڑے ہوئے اور آپ نے حمد وثنائے
الٰہی ادا کی پھر فرمایا صورت حال جو
ہے وہ تم دیکھ رہے ہو۔ دنیا بدل
چکی ہے اور اجنبی ہو چکی ہے۔ اس
کی نیکیاں رخصت ہو گئی ہیں اور وہ
انتہائی تلخ و ناگوار ہو چکی ہیں۔ اب
نہیں رہ گیا ہے اُس میں سے مگر بہت
کم جیسے پانی بہہ جانے کے بعد اُس
کے اندر بچ رہنے والے پانی کے
قطرے اور ایک حقیر زندگی جو زہریلی
چراگاہ کے مثل ہے۔ کیا تمہاری نظروں
کے سامنے یہ عالم نہیں ہے کہ حق پر عمل
نہیں کیا جاتا اور باطل سے باز نہیں رہا
جاتا۔ اس وقت جو سچا مومن ہو وہ تہ دل
سے مرنے کا طلبگار ہو گا۔ اس لیے کہ
اس صورت حال کے مقابلہ میں مرنا میرے نزدیک سوا شہادت کے اور کچھ نہیں ہے
اور ظالموں کے ساتھ زندگی گزارنا سوا دل خستگی کے اور کچھ بھی نہیں۔

زہیر بن قین کی جوابی تقریر

مذکورۂ بالا امام کے خطبہ کے بعد طبری کے راوی نے کہا،

فقام زهير بن القين البجلي فقال لاصحابه تكلمون ام اتكلم قالوا لابل تكلم فحمد الله واثنى عليه ثم قال قد سمعنا هداك الله يا بن رسول الله مقالتك والله لو كانت الدنيا لنا باقية كنا فيها مخلدين الا ان فراقها في نصرك ومواساتك لآثرنا الخروج معك على الاقامة فيها قال فدعا له الحسين ثم قال له خيرا۔

زہیر بن قین بجلی کھڑے ہو گئے۔ اپنے اصحاب سے کہا کہ تم کچھ کہتے ہو یا میں کہوں۔؟ سب نے کہا نہیں، تم کہو انھوں نے حمد و ثنائے باری ادا کی۔ پھر کہا ہم نے سنا اے فرزند رسولؐ! اللہ آپ کو منزل مقصد تک پہونچائے آپ کے ارشاد کو۔ بخدا اگر دنیا باقی رہنے والی ہوتی اور ہم ہمیشہ اس میں رہتے مگر جدائی اس سے صرف آپ کی امداد اور ہمدردی کی وجہ سے ہوتی تب بھی ہم آپ کا ساتھ دینے کو اس دنیا میں رہنے پر ترجیح دیتے۔ زہیر کی تقریر سنکر امام نے اُن کے لیئے دعائے خیر فرمائی:۔

نہم محرم کی شام کو یا شبِ عاشور امام کا یادگار خطبہ

روزِ نہم محرم گفتگوئے صلح قطع ہو چکی۔ عمر سعد نے ابن زیاد کے حکم سے فوج کو باعثِ حملہ کر دیا اور حضرت امام حسینؑ نے اپنے بھائی ابوالفضل العباسؑ کو بھیج کر ایک شب کی مہلت حاصل کی۔ اس رات کی مہلت ملنے کے بعد امام نے اپنے تمام اصحاب کو جمع کر کے اپنا تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے کربلا میں صرف یہ ایک خطبہ ہے جو آپ نے اپنے ساتھیوں کی جماعت کے سامنے پڑھا ہے حالانکہ خطبہ کے مقاصد یعنی تحریص و ترغیب، جوش انگیزی اور ولولہ خیزی کے لحاظ سے کربلا کے مقتضیات خطابت کے بہت کم جمع ہوا کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اتنی قلیل التعداد جماعت میں عددی قلت کو اگر کسی حد تک پورا کر سکتی ہے تو وہ جوش کی زیادتی اور ہمت کی بلندی۔ مثل مشہور ہے کہ "حدی را تیز تر بخواں چو محمل را گراں بینی"۔ اس کے مقابل میں جتنے موانع زیادہ اور ہمت شکنی کے اسباب زیادہ ہوں اتنے ہی قائد کو زیادہ تقریریں کرنا پڑیں گی۔ اگر دور کی مثال ڈھونڈنے کی زحمت گوارا نہ کیجئے تو ماضی قریب میں جنگ جرمنی کی شدت کے عالم میں چرچل کی وزارت کا ابتدائی دور دیکھیے جب کہ حالات ناسازگار تھے اور تقریروں کے زور پر جنگ کا انحصار رہ گیا تھا۔

اس اعتبار سے دیکھیے تو ایک ناواقف انسان جو کربلا کے واقعات سے مطلع نہ ہو یہ خیال کرے گا

Presented by: https://jafrilibrary.com/

کہ تیس ہزار کے مقابلہ میں اپنے کم و بیش سو سوا سو افراد کو میدان جنگ میں ثابت قدم رکھنے کے لیے اُن کے دل کو پے در پے اپنی خدا کی دی ہوئی اعجاز بیانی کی تمام طاقتوں کے ساتھ آتشیں الفاظ اور پرزور برق انداز میں تقریریں کرنا ہوتی ہونگی مگر یہ واقعہ ہے کہ کربلا میں وہ قلیل تعداد قلیل سہی مگر عزم و ارادہ کی طاقتوں اور استحکام ایمانی کے اقتضاؤں سے اتنی معمور تھی کہ حضرت امام حسینؑ کو کربلا پہونچنے کے بعد سے نویں محرم کی سہ پہر تک آٹھ دن اور اس کے بعد شب عاشور اور روز عاشور اور روز عاشور کے تقریباً بیس اکیس گھنٹوں میں ایک مرتبہ بھی اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی کہ آپ اُن کے سامنے جوش و خروش پیدا کرنے کے لیے کوئی خطبہ ارشاد فرمائیں۔

ہم تک جو خطبہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے اُس کی نوعیت وہ انفرادی حیثیت رکھتی ہے جسے ہم چاہے جو کہیں مگر ترغیب و تحریص تو کہہ ہی نہیں سکتے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

فجمع الحسینؑ اصحابہ عند قرب المساء قال علی بن الحسین زین العابدین فدنوت منه لاسمع ما یقول لهم وانا اذ ذاک مریض فسمعت ابی یقول لاصحابه اثنی علی الله احسن الثناء

امام حسینؑ نے شام کے قریب اپنے اصحاب کو جمع فرمایا امام زین العابدینؑ کا بیان ہے کہ میں اسی وقت بیمار تھا مگر قریب آگیا تاکہ سنوں حضرت اپنے اصحاب سے کیا فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے والد بزرگوار کو سنا کہ آپ نے فرمایا میں اللہ کی بہترین تعریف کا فریضہ ادا کرتا ہوں اور

واحمده على السراء والضراء
اللهم انى احمدك على ان
اكرمتنا بالنبوة وعلمتنا
القرآن وفقهتنا فى الدين
وجعلت لنا اسماعا و
ابصارا وافئدة فاجعلنا
من الشاكرين اما بعد
فانى لا اعلم اصحابا اوفى
ولا خيرا من اصحابى ولا
اهل بيت ابرّ ولا اوصل
من اهل بيتى فجزاكم الله
عنى خيرا الا وانى لاظن
يوما لنا من هؤلاء الا وانى
قد اذنت لكم فانطلقوا
جميعا فى حل ليس عليكم
حرج منى ولا ذمام هذا
الليل قد غشيكم فاتخذوه
جملا فقال له اخوته و
ابناؤه وبنو اخيه وابنا

راحت و تکلیف ہر حال میں اس کا شکر
بجا لاتا ہوں۔ خداوندا! تیرا شکر کرتا ہوں
کہ تو نے ہمیں نبوت کے منصب کی عزت
عطا کی اور علم قرآن کی دولت دی اور
دینی حقیقت کے بارے میں فہم و تعقل
کرامت فرمایا اور ہمیں گوش شنوا، چشم
بینا اور دل دانا عطا فرمائے لہٰذا ہمیں
شکرگزاروں میں محسوب فرما۔ اس کے
بعد یہ ہے کہ حقیقتہً مجھے نہیں معلوم دنیا
میں کوئی اصحاب جو میرے اصحاب سے
زیادہ وفادار اور بہتر ہوں اور نہ کوئی اعزا
جو میرے عزیزوں سے زیادہ نیکوکار اور باوفا
ہوں تو اللہ تمہیں میری جانب سے جزائے خیر
عطا فرمائے۔ واضح ہونا چاہیئے کہ میرے
خیال میں ہمیں ان دشمنوں کے ہاتھوں ایک
خونریز معرکہ کا سامنا ہوگا۔ ہاں تو خوب سمجھ
لو کہ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں تم سب
چلے جاؤ۔ بالکل جائز طور پر تمہارے لئے
اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور نہ میری

عبد الله بن جعفر لم نفعل ذلك لنبقى بعدك لا ارانا الله ذلك ابدا بدأهم بهذا القول العباس بن علي علیہ السلام واتبعه الجماعة علیہ فتکلموا بمثله ونحوه۔

(ارشاد)

طرف سے کوئی ذمہ داری نہیں۔ یہ رات کی تاریکی اب تمہارے سامنے آرہی ہے اس کو اپنا مرکب بناؤ اور روانہ ہو جاؤ۔ یہ سننا تھا کہ آپ کے بھائیوں، بیٹوں، بھتیجوں، اور عبد اللہ بن جعفر کے فرزندوں نے کہا ہم کیوں ایسا کریں، کیا اس لئے کہ آپ کے بعد دنیا میں باقی رہیں۔ اللہ ہمیں وہ دن نصیب نہ کرے سب سے پہلے یہ الفاظ عباس بن علیؑ نے زبان پر جاری کیے اور پھر تمام مجمع نے ان کے ساتھ اتفاق کیا، اور اسی سے ملتے جلتے ہوئے الفاظ عرض کیے۔

اس روایت کو طبری نے ۲ طریقوں سے نقل کیا ہے۔ ایک وہ طریق جو ضحاک بن قیس مشرقی تک منتہی ہوتا ہے۔ یہ اصحاب امام حسینؑ کی ایک ایسی فرد ہیں جو بقول طبری واقعۂ کربلا سے زندہ بچ گئے تھے۔ اس کی کیفیت کا بیان اور اس پر تبصرہ مولانا مجتبیٰ حسن صاحب کامونپوری نے مقتل ضحاک بن قیس کے مقدمہ میں تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ یہ روایت اس طرح ہے:۔ قال ابو مخنف حدثنی عبد الله بن عاصم الفائضی عن الضحاک بن عبد الله المشرقی بطن من همدان ان الحسین بن علی علیہ السلام جمع اصحابه۔

دوسرا طریق وہ ہے جو مثل روایت شیخ مفیدؒ امام زین العابدینؑ

تک منتہی ہوتا ہے اس طرح:-

قال ابو مخنف حدثنی الحارث بن حصیرة عن عبد اللہ ابن شریک العامری عن علی بن الحسین۔

امام زین العابدینؑ کی زبانی جو روایت درج کی ہے وہ تقریباً شیخ مفید رحمہ اللہ کی روایت سے بالکل متحد ہے۔ اختلاف کچھ لفظوں کا ہے جن میں قدرے طول و اختصار کا فرق ہے جس سے معنی پر کچھ اثر نہیں پڑتا اور بعض جگہ دونوں میں سے ایک کے بعض نسخوں میں کاتب یا درمیانی راوی کی غلطی یا اشتباہ معلوم ہوتا ہے۔

یہ اختلاف حسب ذیل الفاظ میں ہے:-

	شیخ مفید کے یہاں:-	طبری کے یہاں ہے:-
۱-	جمع الحسین اصحابه عند قرب المساء۔	فجمع الحسین اصحابه بعد ما رجع عمرو بن سعد وذلك عند قرب المساء۔
۲-	قال علی بن الحسین زین العابدین۔	قال علی بن الحسین۔
۳-	فدنوت منه لاسمع ما يقول لهم وانا اذ ذاك مريض۔	فدنوت منه لاسمع وانا مريض۔
۴-	وجعلت لنا اسماعا و ابصارا وافئدة فاجعلنا	وجعلت لنا اسماعا وابصارا وافئدة ولم تجعلنا من المشركين

من الشاکرین۔

۵۔ لا اعلم اصحابا اوفی ولا خیرا،	لا اعلم اصحابا اولی ولا خیرا،
۶۔ فجزاکم اللہ عنی خیرا۔	فجزاکم اللہ عنی جمیعا خیرا
۷۔ الا وانی لاظن یومالنا من ھؤلاء	الا وانی اظن یومنا من ھؤلاء الاعداء غدا۔
۸۔ الا وانی قد اذنت لکم	الا وانی قد رأیت لکم۔
۹۔ لیس علیکم حرج منی ولا ذمام۔	لیس علیکم منی ذمام

ان میں نمبر ۱، ۲، ۳، ۶ اور ۹ قسم اول سے متعلق ہیں جن میں کوئی اختلاف معنوی نہیں ہے۔ صرف ذرا سا لفظوں کا ہیر پھیر یا کمی زیادتی ہے لیکن نمبر ۴ میں اختلاف معنوی ہے اور ایسا جیسے کاتب کے سر منڈھا نہیں جا سکتا بلکہ راویوں کی یاد کا اختلاف ہے کسی کو وہ فقرہ یاد رہا اور کسی کو یہ۔ واقعہ میں ذرا فیصلہ بھی مشکل ہے کہ امام نے وجعلت لنا اسماعا وابصارا وافئدۃ کے بعد ولم تجعلنا من المشرکین فرمایا تھا یا فاجعلنا من الشاکرین۔ ۵ میں بھی اختلاف معنوی ہے اور میرے خیال میں شیخ مفید کے یہاں کی لفظ اوفی زیادہ مناسب ہے۔

۷۔ میں شیخ مفید کے یہاں کے الفاظ کا ترجمہ ہے کہ "میرے خیال میں ان دشمنوں کے ہاتھوں ایک خونریز معرکہ کا سامنا ہوگا" اور طبری

کا ترجمہ ہے کہ میرے خیال میں کل تمہارے اور ان کے درمیان فیصلہ کن دن ہے" یہاں طبری کے الفاظ زیادہ صحیح معلوم ہوتے ہیں۔

۸۔ شیخ مفید کے یہاں ہے۔ قد اذنت لکم "میں تمہیں اجازت دیتا ہوں" اور طبری میں ہے:۔ قد رأیت لکم "میں نے تمہارے لئے رائے قائم کی ہے۔"

دوسری روایت ضحاک بن قیس مشرقی کی ہے۔ یہ حسب ذیل ہے۔

فلما کان اللیل قال ہذا اللیل قد غشیکم فاتخذوہ جملا ثم لیأخذ کل رجل منکم بید رجل من اہل بیتی ثم تفرقوا فی سوادکم ومدائنکم حتی یفرج اللہ فان القوم انما یطلبونی ولو قد اصابونی لہوا عن طلب غیری فقال لہ اخوتہ وابناؤہ وبنو اخیہ وابنا عبد اللہ بن جعفر لم نفعل لنبقی بعدک لا ارانا اللہ ذلک ابدا ابدأہم بہذا القول العباس بن علی

جب رات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ یہ رات تم پر پردہ ڈال چکی ہے لہٰذا اس کو اپنا مرکب بناؤ۔ پھر ہر ایک تم میں سے میرے عزیزوں میں سے بھی ایک ایک کا ہاتھ پکڑ لے اور پھر تم لوگ اپنی بستیوں اور شہروں میں منتشر ہو جاؤ اس وقت تک کے لئے کہ جب کشائش حاصل ہو اس لئے کہ یہ لوگ بس میرے طلبگار ہیں اور اگر مجھے پا جائیں تو پھر کسی دوسرے کی تلاش کی طرف توجہ نہ ہوگی۔ یہ سن کر آپ کے بھائیوں، بیٹوں، بھتیجوں اور عبد اللہ بن جعفر کے فرزندوں نے کہا کہ ہم ایسا کیوں کریں؟ اس لئے کہ آپ کے بعد باقی رہیں؟ اللہ ہمیں وہ دن کبھی نہ دکھائے۔ سب سے پہلے یہ

Presented by: https://jafrilibrary.com/

ثم ان اخوتہ تکلموا بہذا و شبہہ فقال لہم الحسین علیہ السلام یا بنی عقیل حسبکم من القتل بمسلم اذہبوا فقد اذنت لکم قالوا فما یقول الناس یقولون انا ترکنا شیخنا و سیدنا و بنی عمومتنا خیر الاعمام و لم نرم معہم بسہم و لم نطعن معہم برمح و لم نضرب معہم بسیف و لا ندری ما صنعوا لا واللہ لا نفعل و لکن تفدیک انفسنا و اموالنا و اہلونا و نقاتل معک حتی نرد موردک فقبح اللہ العیش بعدک (الطبری ج ۶ ص ۲۳۹)

حضرت عباس بن علی نے بلند کی اور پھر سب نے قریب قریب یہی کہا اس پر امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے عقیل کے فرزندو تمہارے لیے مسلم کا قتل ہونا کافی ہے تم چلے جاؤ تمہیں میں خاص طور پر اجازت دیتا ہوں انھوں نے کہا اس صورت میں لوگ کیا کہیں گے؟ یہ کہیں گے کہ ہم نے اپنے بزرگ اور سردار اور اپنے چچاؤں کی اولاد کو جو بہترین چچا تھے چھوڑ دیا اور ان کے ساتھ نہ کوئی تیر لگایا اور نہ کوئی نیزہ اور نہ تلوار سے مقابلہ کیا اور خبر بھی نہ لی کہ آپ پر کیا گزری۔ نہیں بخدا ہم ایسا نہیں کریں گے بلکہ آپ پر اپنے جان و مال اور گھر بار کو قربان کردینگے اور آپ کے ساتھ رہ کر جنگ کریں گے تاکہ جو کچھ آپ پر گزرے اس میں ہم شریک رہیں۔ خدا برا کرے اس زندگی کا جو آپ کے بعد ہو۔

اس میں اور قبل کی روایت میں علاوہ لفظی اختلافات کے معنوی اختلافات بھی ہیں مگر ایسے جن سے اصل خطبہ کے ماحصل پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ان دونوں طرح کے اختلافات کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

(۱) پہلی روایت میں خطبہ کا وقت بتایا ہے: "عند قرب المساء شام کے قریب" اور دوسری روایت میں ہے: "فلما کان اللیل۔ جب رات ہوئی"۔ شہرت عامہ اسی دوسری روایت کے مطابق ہوگئی ہے کہ یہ خطبہ شب عاشور ارشاد ہوا ہے۔

(۲) پہلی روایت میں خطبہ کا تمہیدی حصہ مذکور ہے جس میں حمد و صلوٰۃ و شکر الٰہی اور اپنے خاندانی مراتب کے اظہار کے ساتھ اصحاب کی وفاداری اور اعزا کی قرابت پروری پر فخر و نازش مذکور ہے اور یہ کہ کل موقع جنگ یا روز قربانی ہے اور پھر یہ کہ "میں تمہیں اجازت دیتا ہوں" اور دوسری لفظوں میں "بیعت تمہاری گردنوں سے اٹھا لیتا ہوں"۔ اس کے بعد یہ ہے کہ ھذا اللیل قد غشیکم۔ دوسری روایت میں ابتدائی حصہ تمام حذف کر دیا گیا ہے بس یہیں سے شروع کیا گیا ہے کہ ھذا اللیل قد غشیکم اور اس فقرہ کے معنی پہلی اور دوسری روایت کے بنائے ہوئے وقت کے لحاظ سے فرق ہو جاتا ہے۔ وہاں چونکہ خطبہ کا وقت عند قرب المساء بتایا گیا ہے لہٰذا ھذا اللیل قد غشیکم کے معنی یہ ہوں گے کہ رات اتنی نزدیک ہے کہ گویا آ ہی گئی ہے یعنی قرب کے انتہائی اظہار کے لیے مجازاً فعل ماضی لایا گیا ہے اور دوسری صورت میں حقیقی طور پر یہی معنی ہونگے کہ رات آ ہی گئی ہے۔

(۳) پہلی روایت کا مضمون اس فقرہ پر ختم ہو جاتا ہے مگر دوسری کا

روایت میں اس کے بعد یہ اضافہ ہے کہ "ہر ایک تم میں سے میرے عزیزوں میں سے بھی ایک ایک کا ہاتھ پکڑ لے اور پھر تم لوگ اپنی بستیوں اور شہروں میں منتشر ہو جاؤ اُس وقت تک کے لئے کہ خدا تمہارے لیے کشائش حاصل کر دے۔ یہ لوگ میرے طلب گار ہیں اور اگر مجھے پا جائیں تو پھر کسی دوسرے کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے"۔ پہلی روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے مگر صورت واقعہ سے ظاہر ہے کہ یہ الفاظ حضرت نے ضرور ارشاد فرمائے ہوں گے اسی لیے اعزا و اقارب اور خصوصیت سے حضرت ابو الفضل العباس کو بھی اپنے تاثرات کے اظہار کی ضرورت پڑی۔

(۴) حضرت ابو الفضل کے جواب کے الفاظ جن سے تمام اعزا نے اتفاق کیا دونوں روایتوں میں یکساں ہیں مگر دوسری روایت میں حضرت کا اولاد عقیل سے جو خصوصی تخاطب اور اُس کا جواب ہے وہ پہلی روایت میں بیان نہیں ہوا ہے۔

عام طور سے یہ روایت جو بیان ہوتی ہے اس میں دونوں کے اجزا کو لے لیے جاتے ہیں اور یہ طریقہ کچھ غلط نہیں ہے اس لئے کہ کسی ایک میں دوسرے کے مضمون کی نفی نہیں ہے بلکہ کچھ اجزا خطبہ کے اس روایت میں درج ہوئے ہیں اور کچھ اس میں۔ سبب اس کا یہ ہے کہ بغرض اختصار ہر ایک راوی نے کچھ اجزا بیان کیے اور کچھ بیان کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ پورے خطبہ کا ان تمام اجزا پر مشتمل ہونا بعید نہیں ہے بلکہ قرائن کی بنا پر یقینی ہے۔

اصحابِ امام کی جوابی تقریریں

طبری نے لکھا ہے:۔

قال ابو مخنف حدثنی عبد اللہ بن عاصم عن الضحاک بن عبد اللہ المشرقی قال فقام الیہ مسلم بن عوسجۃ الاسدی فقال انحن نخلی عنک ولما نعذر الی اللہ فی اداء حقک اما واللہ حتی اکسر فی صدورھم رمحی واضربھم بسیفی ما ثبت قائمہ فی یدی ولا افارقک ولو لم یکن معی سلاح اقاتلھم بہ لقذفتھم بالحجارۃ دونک حتی اموت معک قال وقال سعد بن عبد اللہ الحنفی واللہ لا

ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے عبد اللہ ابن عاصم نے کہا ضحاک بن عبد اللہ مشرقی کی زبانی۔ انھوں نے بیان کیا کہ امام کے خطبہ کو سنکر اعزا و اقارب کے جوابات کے بعد مسلم بن عوسجہ اسدی کھڑے ہوئے اور کہا کیا بھلا ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں اور اللہ کی بارگاہ میں آپ کے حق کو ادا کرکے جواب دہی کا سامان نہ کریں؟ بخدا میں انھیں نیزہ لگاؤں گا یہاں تک کہ ان کے سینوں میں اپنا نیزہ توڑ دوں اور انھیں تلوار لگاؤں گا جب تک کہ اس کا قبضہ میرے ہاتھ میں برقرار رہے اور آپ سے جدا نہ ہونگا یہاں تک کہ اگر میرے پاس کوئی ہتھیار نہ ہوگا جس سے جنگ کر سکوں

نخليك حتى يعلم الله انا
قد حفظنا غيبة رسول
الله صلى الله عليه وسلم
فيك والله لو علمت انى
اقتل ثم احيى ثم احرق
حيا ثم اذرى يفعل ذلك
بى سبعين مرة ما فارقتك
حتى القى حمامى دونك
فكيف لا افعل ذلك وانما
هى قتلة واحدة ثم هى
الكرامة التى لا انقضاء
لها ابدا وقال زهير
بن القين والله لوددت
انى قتلت ثم نشرت ثم
قتلت حتى اقتل كذا الف
قتلة وان الله يدفع
بذلك القتل عن نفسك
وعن انفس هؤلاء الفتية
من اهل بيتك قال وتكلم

تو آپ کی امداد میں پتھروں کی بارش کروں گا
یہاں تک کہ آپ کے ساتھ جان بحق تسلیم
ہوں اور سعد بن عبد اللہ حنفی نے کہا
بخدا ہم آپ کو نہیں چھوڑیں گے یہاں تک
کہ اللہ کے علم میں ثابت ہو جائے کہ ہم
نے رسول خدا کے بعد آپ کے بارے
میں اُن کے حق کا تحفظ کیا۔ بخدا اگر مجھے
معلوم ہوتا کہ میں قتل کیا جاؤں گا۔ پھر
زندہ کیا جاؤں گا پھر زندہ جلا دیا
جاؤں گا۔ پھر میری خاک ہوا میں منتشر
کر دی جائے گی اور یہ میرے ساتھ ستر مرتبہ
ہوگا جب بھی میں آپ سے جدا نہ ہوتا۔
یہاں تک کہ (آخری بار بھی) مجھے موت
آپ کے سامنے آتی۔ پھر میں ایسا اب
کیوں نہ کروں گا جبکہ (جانتا ہوں کہ) یہ ایک
دفعہ کا قتل ہوتا ہے پھر وہ عزت و
راحت ہے جو کبھی ختم ہونے والی نہیں اور
زہیر بن قین نے کہا مجھے تو آرزو ہے کہ میں
قتل کیا جاتا پھر زندہ ہوتا پھر قتل کیا جاتا

جماعۃ اصحابہ بکلام
یشبہ بعضہ بعضا فی وجہ
واحد فقالوا واللہ لانفارقک
ولکن انفسنا لک الفداء
نقیک بنحورنا وجباہنا
وایدینا فاذا نحن قتلنا
کنا وفینا وقضینا ما
علینا۔ (ج ۶ ص ۲۴۹)

یہاں تک کہ اسی طرح ہزار دفعہ مارا جاتا اور اس ذریعہ سے اللہ قتل ہونے کی مصیبت کو آپ کے اور آپ کے خاندان کے جوانوں کی جان سے رد کر دیتا۔ ضحاک کا بیان ہے کہ آپ کے اصحاب میں سے کئی آدمیوں نے اسی سے ملتی جلتی تقریریں کیں اور سب نے یہ کہا کہ خدا ہم آپ سے جدا نہ ہوں گے بلکہ ہماری جانیں آپ پر فدا ہوں گی۔ ہم اپنی گردنیں، پیشانیاں اور ہاتھ آپ کی سپر بنائیں گے۔ ہاں جب ہم قتل ہو جائیں گے تو سمجھیں گے کہ ہم نے اپنا حق ادا کر دیا اور جو فرض ہمارا تھا وہ پورا ہو گیا۔"

ان تقریروں کے آغاز میں ضحاک بن عبداللہ کی سند کے دوبارہ ذکر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان تقریروں کا ذکر حضرت امام زین العابدینؑ والی روایت میں نہیں ہے اور غالباً اسی لیے شیخ مفیدؒ نے ان کا ذکر نہیں کیا مگر امام کی روایت میں بھی اس کی نفی نہیں ہے بلکہ خود خطبہ کے بعض فقرات کی طرح جو بنظر اختصار اس روایت میں درج نہیں ہوئے ہیں۔ یہ اجزاء بھی معلوم ہوتا ہے کہ بیان نہیں کیے گئے۔ لیکن وہ کسی طرح بھی قابل انکار نہیں ہیں۔

لشکر اعداء کے سامنے امام کا خطبہ

صبح عاشور جب صفوف لشکر مرتب ہو چکے۔ شیخ مفید لکھتے ہیں۔

دعا الحسینؑ براحلتہ فرکبہا
ونادی باعلی صوتہ یا اھل
العراق وجلھم یسمعون فقال
ایھا الناس اسمعوا قولی
ولا تعجلوا حتی اعظکم بما
یحق لکم علی وحتی اعذر
الیکم فان اعطیتمونی
النصف کنتم بذلک اسعد
وان لم تعطونی النصف من
انفسکم فاجمعوا رأیکم
ثم لا یکن امرکم علیکم غمۃ
ثم اقضوا الی ولا تنظرون
ان ولیی اللہ الذی نزل الکتاب
وھو یتولی الصالحین ثم حمد
اللہ واثنی علیہ وذکر اللہ

حضرت امام حسینؑ نے اپنی سواری کا اونٹ منگوایا اس پر سوار ہوئے اور با آواز بلند فرمایا اس طرح کہ فوج کے بڑے حصہ تک آپ کی آواز پہنچ رہی تھی کہ اے اہل عراق! اے لوگو! میری بات سنو اور جلدی سے کام نہ لو میں چاہتا ہوں کہ جو تمہارا حق مجھ پر ہے اسکو ادا کر دوں اور تمہیں نصیحت کر کے اپنا عذر ختم کر لوں۔ اس کے بعد اگر تم نے انصاف سے کام لیا تو یہ تمہارے لیے باعث سعادت ہوگا اور اگر انصاف نہ کیا تو پھر جو کرنا ہو وہ کر لینا اور کوئی حسرت دل میں اٹھا نہ رکھنا اور نہ میرے ساتھ مراعات و مہلت دہی سے کام لینا۔ میرا مددگار وہ اللہ ہے جس نے قرآن نازل کیا اور وہی تمام نیکوکاروں کا مددگار ہے۔ اس

بما هو اهله وصلی علی النبی
صلی الله علیه وآله وعلی
ملائکته وانبیائه فلم
یسمع متکلم قط قبله ولا
بعده ابلغ فی منطق منه
ثم قال اما بعد فانسبونی
فانظروا من انا ثم ارجعوا
الی انفسکم وعاتبوها
فانظروا هل یصلح لکم
قتلی وانتهاک حرمتی
الست ابن بنت نبیکم
وابن وصیه وابن عمه
واول المؤمنین المصدق
لرسول الله صلی الله علیه
وآله بما جاء من عنده
اولیس حمزة سید
الشهداء عمی اولیس
جعفر الطیار فی الجنة
بجناحین عمی اولم یبلغکم

کے بعد آپ نے حمد وثنائے الٰہی ادا
کی اور خداوند عالم کے شایان شان
توصیف وتمجید کی اور حضرت پیغمبر خدا صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء اور
ملائکہ پر درود بھیجا اس شان سے کہ کوئی
بولنے والا آپ کے پہلے اور آپ کے بعد
فصاحت وبلاغت میں آپ سے بڑھکر
بولتے سنا نہیں گیا پھر فرمایا کہ میرا نسب
تو دیکھو، غور کرو، میں کون ہوں پھر ذرا
اپنے گریبان میں منھ ڈال کر اپنے افعال
کو دیکھو اور سوچو کہ میرا قتل اور میری
بے حرمتی کرنا تمہارے لیے مناسب ہے؟
کیا میں تمہارے نبی کا نواسا اور ان
کے وصی، چچازاد بھائی اور سب سے
پہلے ان پر ایمان لانے والے شخص کا
فرزند نہیں ہوں؟ کیا سید الشہداء حمزہ
میرے باپ کے چچا اور جعفر طیار جو
قدرت کے عطا کردہ بازوؤں
سے جنت میں پرواز کرتے ہیں

ما قال رسول الله صلى الله
عليه واله لي ولاخي هذين انهما
سيدا شباب اهل الجنة
فان صدقتموني بما اقول
وهو الحق والله ما تعمدت
كذبا منذ علمت ان الله
يمقت عليه اهله وان
كذبتموني فان فيكم
من ان سألتموه عن ذلك
اخبركم اسألوا جابر بن
عبد الله الانصاري وابا
سعيد الخدري وسهل بن
سعد الساعدي وزيد بن
ارقم وانس بن مالك
يخبروكم انهم سمعوا هذه المقالة من
رسول الله لي ولاخي اما في هذا
حاجز لكم عن سفك دمي فقال له
شمر بن ذي الجوشن هو يعبد الله
على حرف ان كان يدري ما

میرے چچا نہیں تھے؟ کیا تمہیں نہیں
معلوم کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ نے میرے اور میرے بھائی کے
بارے میں فرمایا کہ یہ دونوں جوانان
اہل جنت کے سردار ہیں۔ اب اگر تم مجھ
ہی کو سچا سمجھو اور حقیقۃً جو میں کہتا
ہوں وہ درست ہے اور خدا میں نے
جب سے مجھے معلوم ہے کہ اللہ اسے نا
پسند کرتا ہے کبھی بھی جھوٹ نہیں
بولا ہے تو بہتر اور اگر تم مجھے جھوٹا سمجھ
لو تو تم میں ایسے لوگ ہیں جن سے
اگر تم اس کے متعلق دریافت کرو تو وہ
تمہیں بتا دیں گے۔ پوچھ لو جابر بن عبداللہ
انصاری سے، ابو سعید خدری سے،
سہل بن سعد ساعدی سے، زید بن ارقم
سے انس بن مالک سے یہ تمہیں بتائیں گے
کہ انہوں نے خود یہ حدیث رسول خدا سے
میرے اور میرے بھائی کے بارے میں سنی ہے۔
کیا یہ تمہیں میری خونریزی سے مانع ہونے

تقول فقال له الحبیب بن
مظاهر والله انی لاراك
تعبد الله علی سبعین
حرفا وانا اشهد انك
صادق ما تدری ما
تقول قد طبع الله علی قلبك
ثم قال لهم الحسین علیه
السلام فان کنتم فی شك
من هذا افتشكون انی ابن
بنت نبیكم فوالله ما بین
المشرق والمغرب ابن
بنت نبی غیری فیكم ولا
فی غیركم ویحكم اتطلبونی
بقتیل منكم قتلته او مال
لكم استهلكته او بقصاص
جراحة فاخذوا لا یكلمونه
فنادی یا شبث بن ربعی
ویا حجار بن ابجر ویا قیس
بن الاشعث ویا یزید بن

کے لیے کافی نہیں ہے؟ شمر نے کہا میں خدا کی ایک
حرف پر عبادت کرتا ہوں اگر یہ سمجھ میں آئے
کہ آپ کیا کہتے ہیں۔ حبیب بن مظاہر نے
کہا بخدا میں یہ سمجھتا ہوں کہ تو اللہ کی ستر حرفوں
پر عبادت کرتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں
کہ تو ٹھیک کہتا ہے۔ تو نہیں سمجھتا کہ ہم کیا
کہہ رہے ہیں تیرے دل پر تو خدا نے مہر
لگا دی ہے۔ پھر امام حسینؑ نے فرمایا کہ اچھا
اگر تمہیں اس میں شک ہے تو کیا اس میں
بھی شک ہے کہ میں تمہارے نبی کا نواسا
ہوں؟ خدا کی قسم مشرق اور مغرب کے
درمیان اس امت بلکہ کسی دوسری جماعت
میں بھی کوئی نبی کا نواسا موجود نہیں ہے
ذرا سوچو تو کیا تم مجھ سے کسی مقتول کے
خون کا عوض چاہتے ہو جسے میں نے قتل
کر دیا ہو یا کسی مال کا مطالبہ رکھتے ہو جسے
میں نے تلف کر دیا یا کسی زخم کا قصاص چاہتے
ہو؟ اب سب خاموش ہو گئے۔ کوئی کچھ
نہ بولتا تھا۔ حضرت نے پکارا اے شبث

الحارث الم تكتبوا الي
ان قد اينعت الثمار و
اخضرت الجنات وانما
تقدم على جند لك مجند
فقال له قيس بن الاشعث
ما ندري ما تقول ولكن
انزل على حكم بني عمك
فانهم لن يروك الا ما تحب
فقال الحسين لا والله لا
اعطيكم بيدي اعطاء
الذليل ولا افر فرار العبيد
ثم نادى يا عباد الله
اني عذت بربي وربكم
ان ترجمون اعوذ بربي
وربكم من كل متكبر لا
يؤمن بيوم الحساب ثم
انه اناخ راحلته و
امر عقبة بن سمعان
فعقلها (ارشاد)

بن ربعی! اے حجار بن ابجر! اے قیس
بن اشعث! اے یزید بن حارث! کیا تم نے
مجھے نہیں لکھا کہ میوے پختہ ہو گئے ہیں۔ باغ سبز و
شاداب ہیں اور آپکی مدد کے لیے ایک تیار لشکر موجود
ہے؟ قیس بن اشعث نے کہا ہم نہیں جانتے آپ
کیا کہتے ہیں؟ بہرحال آپ اپنے رشتہ داروں
کے فیصلہ پر سر جھکا دیں، وہ آپ کے ساتھ کوئی
ناپسندیدہ برتاؤ کبھی نہ کریں گے۔ حضرت نے فرمایا
نہیں بخدا میں ذلیل آدمیوں کی طرح اپنے کو تمہارے
سپرد نہ کرونگا اور نہ غلاموں کی طرح فرار کرونگا۔
پھر آپنے بلند آواز سے فرمایا اے اللہ کے بندو!
اللہ سے پناہ مانگنا چاہیے اس وقت سے کہ جب
تم مجھے اپنے حملوں کا نشانہ بناؤ۔ میں پناہ
مانگتا ہوں ہر اُس مغرور سے جو قیامت
پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ اس کے بعد آپنے
اونٹ کو بٹھایا اور عقبہ بن سمعان کو حکم
دیا۔ اُنھوں نے اسے جا کر کسے باندھ
دیا۔

(طبری ج ۶ ص ۲۴۲ ۔ ۲۴۳) میں یہ پورا خطبہ ضحاک بن قیس مشرقی کی زبانی نقل کیا ہے۔ جس کے الفاظ شیخ مفید کی بیان کردہ روایت سے بالکل موافق تو نہیں ہیں بلکہ تھوڑا تھوڑا اختلاف شروع سے آخر تک برابر چلا گیا ہے۔ پھر بھی معنوی فرق بہت کم پایا جاتا ہے۔ یہ اختلاف حسب ذیل ہے۔

(۱) خطبہ کے پس منظر میں دونوں جگہ خیام امام کے سامنے خندق میں بھڑکتے ہوئے شعلوں کو دیکھ کر شمر کی جسارت آمیز سخت کلامی اور مسلم بن عوسجہ کا امام سے اجازت طلب کرنا کہ میں اس کو تیر کا نشانہ بنادوں اور امام کا یہ فرمانا کہ میں جنگ میں ابتدا نہیں کرنا چاہتا، مذکور ہے۔ شیخ مفید نے اس کے بعد خطبہ کو اس طرح شروع کیا ہے۔ ثم دعا الحسینؑ براحلتہ، "پھر حضرت نے اپنی سواری کا اونٹ منگایا" اور طبری نے کہا ہے۔ فلما دنا منہ القوم دعا براحلتہ، "جب فوج دشمن امام سے قریب آگئی تو آپ نے اپنی سواری کا اونٹ منگوایا"۔

(۲) ارشاد میں ہے۔ طبری میں۔

نادی باعلی صوتہ یا اھل العراق وجلھم یسمعون فقال ایہا الناس۔

ثم نادی باعلی صوتہ بصوت عال دعاء یسمع جل الناس ایہا الناس۔

(۳) ارشاد۔ اسمعوا قولی ولا تعجلوا حتی اعظکم بما یحق لکم علیّ۔

طبری:۔ اسمعوا قولی ولا تعجلون حتی اعظکم بما لحق لکم علیّ۔

یہاں غالباً ارشاد کی عبارت صحیح ہے اور طبری میں کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔

(۴) ارشاد - حتی اعذر الیکم

طبری - حتی اعتذر الیکم من مقدمی علیکم۔

دوسری عبارت زیادہ واضح ہے۔

(۵) ارشاد! فان اعطیتمونی النصف کنتم بذلک اسعد

طبری :- فان قبلتم عذری و صدقتم قولی واعطیتمونی النصف کنتم بذلک اسعد ولم یکن لکم علی سبیل۔

پہلے میں اختصار ہے دوسرے میں الفاظ زیادہ مکمل ہیں۔

(۶) ارشاد :- وان لم تعطونی النصف من انفسکم فاجمعوا آرائکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمۃ

طبری :- وان لم تقبلوا منی العذر ولم تعطوا النصف من انفسکم فاجمعوا امرکم وشرکاءکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمۃ۔

طبری کے الفاظ زیادہ صحیح معلوم ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ قرآن مجید میں اس آیت میں جس کا اقتباس کلام امامؑ میں ہے :- اجمعوا امرکم وشرکاءکم - طبری کے الفاظ ہیں۔

(۷) ارشاد میں اسی کے بعد حمد وثنائے الٰہی کا ذکر شروع کر دیا گیا ہے اس طرح کہ ثم حمد اللہ واثنیٰ علیہ. طبری نے مذکورہ تمہیدی

تخاطب کے الفاظ کے بعد لکھا ہے :-

قال فلمّا سمع اخواته كلامه هذا صحن وبكين وبكى بناته فارتفعت اصواتهن فارسل اليهن اخاه العباس بن علي وعليًّا ابنه وقال لهما اسكتاهن فلعمري ليكثرن بكاؤهن قال فلمّا ذهبا ليسكتاهن قال لا يبعد ابن عباس. قال فظننا انه انما قالها حين سمع بكاءهن لانه قد كان نهاه ان يخرج بهن فلمّا سكتن حمد الله واثنى عليه :-

کہا راوی نے کہ جب حضرت کی بہنوں نے آپ کی آواز سنی تو صدائے گریہ و شیون بلند کی اور صاحبزادیاں بھی روئیں اور ان کی صدائیں بلند ہوئیں تو حضرت نے اپنے بھائی عباس بن علی اور فرزند علی اکبر کو بھیجا اور ان سے کہا کہ عورتوں کو خاموش کرو آئندہ بہت روئیں گی۔ جب وہ دونوں اُن کے خاموش کرنے کے لیے گئے تو حضرت نے فرمایا کہ خدا ابن عباس کو زندہ رکھے۔ راوی کا قول ہے کہ ہمارا گمان یہ ہے کہ آپ نے گریہ و بکا کی صدا سن کر یہ فقرہ اس لیے کہا کہ ابن عباس نے آپ کو عورتوں کے ساتھ لے جانے سے منع کیا تھا۔ جب وہ صدائیں موقوف ہوئیں تو آپ نے حمد و ثنائے الٰہی ادا کی۔

اس موقع پر شیخ مفید کا اس جزو کو نقل نہ کرنا شبہ پیدا کرتا ہے کہ شاید یہ ضمیمہ اس روایت میں الحاقی ہے۔ قابل قبول فقط خواتین سے صدائے گریہ کا بلند ہونا اور حضرت کا جناب عباس و علی اکبر کو اُن کے سمجھانے کے لیے بھیجنا ہے۔ اتنا نسوانی فطرت اور مردوں کے حفظ ناموس کے فرائض کے لحاظ سے قرین قیاس معلوم ہوتا ہے مگر اس موقع پر ابن عباس کو یاد کرنا اس بنا پر کہ اُنھوں نے جو مشورہ

Presented by: https://jafrilibrary.com

دیا تھا اب اُن کی رائے کی صحت کا احساس ہو رہا ہے قطعاً غلط ہے۔ ان اہل حرم کا ساتھ ہونا کربلا کے واقعہ کی بنیادی حیثیت سے ایک ضروری کڑی کی حیثیت رکھتا تھا جسے حضرت امام حسینؑ نے جس طرح پہلے ضروری سمجھا اسی طرح وہ بعد میں ضروری ثابت ہوا۔ اس بارے میں اگر غور کرتے تو بعد میں خود ابن عباس کو محسوس ہونا چاہیے کہ انھوں نے رائے غلط دی تھی۔ نہ یہ کہ اُن کی رائے کی صحت کے اعتراف کی امام حسینؑ کو ضرورت پیدا ہو۔

(۸) ارشاد میں حمد وثنائے الٰہی اور صلوات برحضرت رسالت پناہی کے بعد ہے:۔ فلم یسمع متکلم قط قبلہ ولا بعدہ ابلغ فی منطق منہ۔

طبری میں ہے کہ:۔ فذکر من ذلک ما اللہ اعلم وما لا یحصی ذکرہ قال فواللہ ما سمعت متکلما قط قبلہ ولا بعدہ ابلغ فی منطق منہ:۔

اس سے صرف حمد ونعت میں بسط وتفصیل کا پتہ چلتا ہے کیونکہ راوی کا بیان درج ہے کہ "حضرت نے اس حمد ونعت میں اتنا کہا جسے اللہ جانتا ہے اور اُس کا بیان لفظوں میں نہیں ہو سکتا" بعد کے فقرہ سے جو دونوں کے یہاں مذکور ہے طبری کے یہاں صرف قسم کا اضافہ ہے کہ راوی کہتا ہے "بخدا میں نے کوئی متکلم نہ اُس کے پہلے سنا اور نہ اُس کے بعد سے اب تک سنا ہے جو تقریر میں آپ سے زیادہ فصیح وبلیغ ہو"

اس سیاق کلام میں جو دونوں میں متحد ہے یعنی حمد وثنا کے بعد ارشاد میں ہے:۔ فلم یسمع متکلم قط اور طبری میں:۔ فواللہ ما سمعت

متکلّماً قط۔ ان دونوں میں فاء تفریع بتاتا ہے کہ اس فصاحت و بلاغت کے ساتھ تعریف کا تعلق بعد کے خطبہ کے ساتھ نہیں بلکہ اسی حمد و ثناء کے ساتھ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حمد و ثناء جب بطور اختصار ادا کی جائے تو اُس کے الفاظ ایسے متحد و محدود ہیں کہ اُن میں کوئی خصوصی فصاحت و بلاغت کا مظاہرہ نہیں ہوتا لیکن جب کہ حمد و ثناء میں فصاحت و بلاغت کے غیر معمولی طور پر صرف کیے جانے کا اظہار دونوں کے بیان ہو رہا ہے تو ضرور ماننا پڑے گا کہ اس محل پر کافی بسط و تفصیل سے کام لیا گیا تھا جسے راوی محفوظ نہ رکھ سکا اور یہ ایک علمی خسارہ ہے جس کا ہر ایک صاحب ذوق اور پرستار فضیلت و ادب کو افسوس ہونا چاہیئے۔ یقیناً وہ جز خطبہ کا اگر ہم تک پہونچتا تو اُس سے الٰہیات کے ذخیرہ میں امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ کے خطبہ اشباح اور خطبہ عجیبہ کے ساتھ ایک بیش قیمت اضافہ ہوتا۔

(۹) ارشاد میں بھل یصلح لکم قتلی اور طبری میں ہے: ھل یحل لکم قتلی یہ صرف لفظی فرق ہے جس سے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(۱۰) ارشاد:۔ اول المومنین باللہ المصدق لرسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وما جاء من عند ربکم۔	طبری:۔ واول المؤمنین المصدق لرسولہ بما جاء بہ من عند ربہ۔

---

(۱۱) ارشاد:۔ اولیس	طبری:۔ اولیس حمزۃ

حمزۃ سید الشہداء عمی   سید الشہداء عم ابی۔

دوسری لفظیں زیادہ صاف ہیں اگرچہ عرب میں دادا کے بھائی کو بھی "عم" کہا جاتا ہے اس لیے پہلے الفاظ بھی درست ہیں۔

(۱۲) ارشاد:- اولیس جعفر الطیار فی الجنۃ بجناحین عمی۔

طبری:- اولیس جعفر الشہید الطیار ذوالجناحین عمی۔

اس میں بھی کوئی معنوی فرق نہیں ہے۔

(۱۳) ارشاد:- اولم یبلغکم ما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ لی ولاخی ھذان سیدا شباب اھل الجنۃ۔

طبری:- اولم یبلغکم قول مستفیض فیکم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لی ولاخی ھذان سیدا شباب اھل الجنۃ۔

یہاں طبری کی روایت میں جو اضافہ ہے وہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حسنین علیہما السلام کے بارے میں حدیث پیغمبرؐ کہ یہ سردار جوانان اہل جنت ہیں" عامۃ المسلمین کے درمیان بلا امتیاز فرقہ و جماعت "مستفیض" یعنی کثرت کے ساتھ زبانوں پر جاری تھی اور حضرت کا اس حدیث کو کربلا میں پیش کرنا درایۃً بھی اس کا ثبوت ہے کہ وہ یقیناً مستفیض تھی ورنہ اتنے شدید مخالفوں کے اتنے بڑے مجمع میں اس کو پیش نہ کیا جاتا جبکہ صورت واقعہ سے ظاہر ہے کہ ان میں سے ایک متنفس نے بھی اس کی صحت سے انکار نہیں کیا تو اس سے ظاہر ہوا کہ اس حدیث کا پیغمبر خداؐ کی

Presented by https://jafrilibrary.com

طرف صحیح نسبت رکھنا بالکل متواتر اور قطعی حیثیت رکھتا تھا جس کے خلاف کسی کو جائے دم زدن نہیں تھی۔

(۱۴) ارشاد:۔ واللہ ما تعمدت کذبا منذ علمت ان اللہ یمقت علیہ اہلہ۔	طبری:۔ واللہ ما تعمدت کذبا منذ علمت ان اللہ یمقت علیہ اہلہ ولیضر بہ من اختلقہ

(۱۵) ارشاد میں ہے:۔ اسألوا جابر بن عبد اللہ الانصاری وابا سعید الخدری۔ اسی طرح تمام اصحاب کے نام (و) کے ساتھ ہیں اور طبری میں ہے:۔ سلوا جابر بن عبد اللہ الانصاری او ابا سعید الخدری اسی طرح سب نام (او) کے ساتھ ہیں۔ مطلب دونوں کا ظاہر ایک ہے اس۔ لیے اس میں کوئی اہمیت نہیں ہے

(۱۶) ارشاد:۔ اما فی ہذا حاجز لکم۔	طبری:۔ افما فی ہذا حاجز لکم۔

سلسلۂ کلام کے لحاظ سے یہ بہتر ہے۔

(۱۷) ارشاد:۔ فان کنتم فی شک من ہذا افتشکون انی ابن بنت نبیکم۔	طبری:۔ فان کنتم فی شک من ہذا القول افتشکون اثرا ما انی ابن بنت نبیکم

طبری کی روایت واضح ہے مگر (اثراما) کا اضافہ سمجھ میں نہیں آتا۔

(۱۸) شمر کی مداخلت پر جو حبیب بن مظاہر نے جواب دیا ہے، اس میں ارشاد میں ہے:۔ انک صادق ماتدری مایقول۔ تو سچا ہے،

تو نہیں سمجھتا کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔" اور طبری میں ہے: انک صادق ما انت بما تقول "تو سچا ہے۔ تو نہیں سمجھتا کہ وہ (امام) کیا فرماتے ہیں۔ یہ دونوں لفظیں صحیح ہو سکتی ہیں۔ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ واقعاً انھوں نے کیا لفظ کہی تھی۔

(۱۹) ارشاد میں ہے:۔ فواللہ ما بین المشرق والمغرب ابن بنت نبی غیری فیکم ولا فی غیرکم (یعنی) بخدا مشرق اور مغرب کے درمیان کسی نبی کا کوئی نواسا میرے سوا نہیں ہے۔ تم میں اور تمہارے سوا کسی دوسری امت) میں "_____ طبری میں ہے:۔ فواللہ ما بین المشرق والمغرب ابن بنت نبی غیری منکم ولا من غیرکم _____ یہاں تک تو صرف ایک حرف جرفی اور من کا فرق ہے مگر طبری میں اس کے بعد اس فقرہ کا اضافہ ہے کہ انا ابن بنت نبیکم خاصۃ (اور پھر میں (تو) خاص خود تمہارے نبی کا نواسا ہوں"۔

یہ فقرہ اس محل پر درست معلوم ہوتا ہے۔

(۲۰) ارشاد میں ہے:۔ ویحکم انطلبونی بقتیل منکم قتلتہ۔ طبری میں ہے:۔ اخبرونی اتطلبونی بقتیل منکم قتلتہ۔

یہ فرق کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

(۲۱) شبث بن ربعی کے خط کے مضمون میں جو امام نے اپنے خطبہ میں بیان فرمایا تھا ارشاد کے الفاظ ہیں:۔ ولخضرت الجنات۔

طبری میں اس کے بجائے :- واخضر الجناب ہے اور اس کے بعد اضافہ ہے :- وطمت الاجام یہ ارشاد میں نہیں ہے۔

(۲۲) خط کا خاتمہ ارشاد میں اس فقرہ پر ہے :-

وانما تقدم علی جند لک مجند طبری میں اس طرح ہے :-

وانما تقدم علی جند لک مجند فاقبل یہ اضافہ نامناسب نہیں ہے۔

(۲۳) خط کے مضمون کے بعد طبری میں ہے کہ :-

قالوا له لم نفعل ذلک فقال سبحان الله بلی والله لقد فعلتم ثم قال ایها الناس اذکرھتمونی فدعونی انصرف عنکم الی ما منی من الارض قال فقال له قیس بن الاشعث الا تنزل علی حکم بنی عمک۔

اُن لوگوں نے کہا کہ ہم نے یہ خط نہیں لکھا۔ حضرت نے فرمایا سبحان اللہ بخدا تم نے لکھا تھا۔ پھر فرمایا اے گروہ مردم! جبکہ تم مجھے ناپسند کرتے ہو تو چھوڑو مجھے کہ میں واپس جاؤں ایسی جگہ جہاں روے زمین پر مجھے امن مل سکے۔ یہ سنکر قیس بن اشعث نے کہا کہ آخر آپ اپنے چچازاد بھائیوں کے فیصلہ پر سرِ تسلیم کیوں نہیں خم کر دیتے۔؟!

ارشاد میں ان لوگوں کے جواب اور پھر حضرت کے اس ارشاد کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ خط کے مضمون کے بعد لکھا ہے :- فقال له قیس بن الاشعث ما ندری ما تقول ولکن انزل علی حکم بنی عمک۔

(۲۴) ارشاد میں قیس بن اشعث کا کلام درج کیا ہے ان الفاظ میں کہ :- ما ندری ما تقول ولکن انزل علی حکم بنی عمک

فانّھم لن یولوک الّا ما تحب۔

طبری میں ہے :۔ ولات نزل علی حکم بنی عمک فانھم لن یروک الّا ما تحب۔ ولن یصل الیک منھم مکروہ ۔

مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔

(۲۵) قیس بن اشعث کے جواب میں ارشاد میں فقط اتنا ہے۔

فقال الحسین لا واللہ لا اعطیھم بیدی اعطاء الذلیل

طبری میں ہے :۔ فقال لہ الحسین انت اخو اخیک اترید ان یطلبک بنو ھاشم باکثر من دم مسلم بن عقیل لا واللہ لا اعطیکم بیدی اعطاء الذلیل ۔

یہ اضافہ قابل لحاظ ہے چونکہ قیس بن اشعث کا بھائی محمد بن اشعث وہ تھا جو کوفہ میں ابن زیاد کے حکم سے فوج لے کر حضرت مسلم بن عقیل کو قتل کرنے گیا تھا اور اس طرح وہ آپ کی شہادت کا ذمہ دار تھا تو امام نے قیس بن اشعث کی آواز سن کر فرمایا "اچھا تو اپنے بھائی کا بھائی ہے" یعنی جیسا ظالم اور قسی القلب وہ ہے ویسا ہی تو بھی۔ ہے کیا تجھے اس سے زیادہ کچھ چاہیے کہ بنی ہاشم مسلم بن عقیل ہی کے خون کے تجھ سے طلبگار ہیں۔"

چونکہ کلام عرب میں ایک گھرانے کے ایک آدمی کے عمل کو دوسرے کی جانب منسوب کیا جاتا ہے جس کی نظیر قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔ اسلیے آپ کا مطلب یہ ہے کہ یہی کیا کم ہے کہ تم نے مسلم کا خون بہایا ہے اور وہ تمھارے ذمے ہے۔ اب کم از کم اس کے بعد مزید مظالم میں تو حصہ نہ لو۔

(۲۶) آخری فقرہ امام کے جواب کا ارشاد میں یہ ہے، لا اعطیکم بیدی اعطاء الذلیل ولا افر فرار العبید (یعنی) "میں کبھی ذلیل شخص کی طرح اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں نہ دوں گا اور نہ غلاموں کی طرح بھاگوں گا۔" اور طبری میں ہے:۔ لا اعطیھم بیدی اعطاء الذلیل ولا اقر اقرار العبید (یعنی) میں کبھی ذلیل آدمی کی طرح اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں نہ دوں گا اور غلاموں کی طرح (بے چون و چرا اطاعت کا) اقرار نہ کروں گا۔"

(۲۷) ارشاد میں جواب کو اتنے فقرہ پر ختم کر کے لکھا ہے:۔ ثم نادی یا عباد اللہ انی عذت بربی و ربکم ان ترجمون "پھر امام نے پکار کر فرمایا" اے بندگان خدا! میں اپنے اور تمہارے پروردگار سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ تمہارا مورد الزام بنوں۔" طبری میں یا عباد اللہ الخ گزشتہ جواب سے ملا کر لکھا ہے یعنی درمیان میں یہ جملہ کہ "پکار کر فرمایا" نہیں ہے مگر انداز تخاطب کے بدلنے سے ظاہر ہے کہ اس کے پہلے قیس بن اشعث سے تخاطب ہو کر اس کی بات کا جواب تھا اور اس کے بعد پھر مجموع قوم سے تخاطب ہے لہذا اسے کچھ آواز بلند کر کے فرمانا بالکل قرین قیاس ہے۔

زہیر بن قین کی تقریر

طبری (جلد ۶ صفحہ ۲۴۳)

قال ابو مخنف فحدثني علي
بن حنظلة بن اسعد الشبامي
عن رجل من قومه شهد
مقتل الحسینؑ حين قتل
يقال له كثير بن عبد الله
الشعبي قال لما زحفنا قبل
الحسين خرج الينا زهير
بن القين على فرس له ذنوب
شاك في السلاح فقال يا
اهل الكوفة نذار لكم
من عذاب الله نذار ان
حقا على المسلم نصيحة اخيه
المسلم ونحن حتى الآن
اخوة على دين واحد وملة
واحدة ما لم يقع بيننا و
بينكم السيف انتم للنصيحة
منا اهل فاذا وقع السيف
انقطعت العصمة وكنا
امة وانتم امة ان الله

ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے علی بن حنظلہ
بن اسعد شامی نے کہا: اپنی قوم کے
ایک ایسے شخص کی زبانی جو واقعۂ کربلا
میں موجود تھا جس کا نام کثیر بن عبداللہ
شعبی تھا۔ وہ کہتا ہے کہ جب ہم حسین
پر حملہ آور ہوئے تو زہیر بن قین اصحابِ
حسینی سے نکل کر ہمارے سامنے
آئے اپنے گھوڑے پر سوار مکمل اسلحۂ جنگ
سے آراستہ اور انھوں نے کہا اے
اہل کوفہ ڈرو، عذاب خدا سے ڈرو
یقیناً مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنے
مسلمان بھائی کو نصیحت کرے اور ہم ابھی
تک بھائی بھائی ہیں ایک ہی دین اور ایک
ہی ملت پر جب تک ہمارے درمیان تلوار
نہیں چلی ہے اور تم ابھی ہماری طرف سے
نصیحت کے مستحق ہو۔ ہاں جب تلوار
چلنے لگے گی تو پھر تعلقات ختم ہو جائیں گے
اور ہم ایک امت اور تم دوسری امت
قرار پا جائیں گے۔ یقیناً اللہ نے ہماری

قد ابتلانا وایاکم بذریة
نبیه محمد صلی اللہ علیه
وسلم لینظر ما نحن وانتم عاملون
انا ندعوکم الی نصرهم و
خذلان الطاغیة عبید اللہ
بن زیاد فانکم لا تدرکون
منهما الا بسوء عمر سلطانهما
کله لیسملان اعینکم
ویقطعان ایدیکم وارجلکم
ویمثلان بکم ویرفعانکم
علی جذوع النخل ویقتلان
اماثلکم وقراءکم
امثال حجر بن عدی واصحابه
وهانی بن عروة واشباهه
قال فسبوه واثنوا علی عبید
اللہ بن زیاد ودعوا له وقالوا
واللہ لا نبرح حتی نقتل
صاحبک ومن معه او نبعث
به وباصحابه الی الامیر

اور تمہاری آزمائش کی ہے اپنے رسول
حضرت محمد مصطفیٰ کی اولاد کے ساتھ
تاکہ ظاہر ہو کہ عمل ہمارا اور تمہارا کیا ہوتا
ہے۔ ہم تمہیں دعوت دیتے ہیں کہ تم
اُن کی مدد کرو اور ظالم عبید اللہ بن
زیاد کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو کیونکہ تمہیں
اُس سے اور (اُس کے پہلے) اُس کے
باپ سے سوا برائی کے کبھی کوئی نتیجہ
نہیں مل سکتا اُن کے اقتدار کی زندگی
بھر۔ وہ تمہاری آنکھوں میں سلائیاں
پھرواتے ہاتھ پیر اور اعضا قطع کراتے
اُنہیں سولیاں دلواتے اور تمہارے
اچھے آدمیوں اور حافظان قرآن کو قتل
کراتے رہے ہیں جیسے حجر بن عدی اور
اُن کے رفقاء اور ہانی بن عروہ اور ایسے
ہی دوسرے لوگ۔ راوی کہتا ہے کہ
یہ سنکر فوج شام کے لوگ انہیں گالیاں
دینے لگے اور عبید اللہ بن زیاد کی تعریفیں
اور اُس کے لیے دعائیں کرنے لگے اور کہا بخدا ہم

Presented by: https://jafrilibrary.com

عبید اللہ بن زیاد فقال لہم
عباد اللہ ان ولد فاطمۃ
رضوان اللہ علیہا احق
بالود والنصر من ابن سمیۃ
فان لم تنصروھم فاعیذکم
باللہ ان تقتلوھم فخلوا بین
ھذا الرجل وبین ابن عمہ
یزید بن معاویۃ فلعمری
ان یزید لیرضی من طاعتکم
بدون قتل الحسینؑ قال
فرماہ شمر بن ذی الجوشن
بسہم وقال اسکت اسکت
اللہ نامتک ابرمتنا بکثرۃ
کلامک فقال لہ زہیر یا
ابن البوال علی عقبیہ ما ایاک
اخاطب انما انت بہیمۃ
واللہ ما اظنک تحکم
من کتاب اللہ آیتین فابشر
بالخزی یوم القیامۃ

نہ بنیں گے جب تک کہ تمہارے سردار
(حسین) اور ان کے ساتھ والوں کو قتل نہ
کریں یا انہیں اور انکے اصحاب کو زندہ امیر ابن
زیاد کے پاس بھیجیں۔ زہیر نے اُن سے کہا
کہ اے بندگان خدا! اولاد فاطمہ زہرا امداد
و اعانت کی مستحق سمیہ کے فرزند سے
زیادہ ہے۔ اچھا اگر تم اُن کی مدد نہیں
بھی کرتے تو خدا کا واسطہ انہیں قتل تو
نہ کرو بلکہ ان کے معاملہ کو براہ راست
یزید پر چھوڑ دو۔ وہ اس قتل حسینؑ کے
بغیر بھی تم سے خوش رہ سکتا ہے۔ یہ سن کر
شمر بن ذی الجوشن نے انھیں ایک تیر لگایا
اور کہا چپ رہو۔ خدا تمہاری آواز بند
کرے۔ تم نے اپنے طول کلام سے ہمیں
پریشان کر دیا۔ زہیر نے کہا اے جاہل
اور وحشی کے بچے! میں تجھ سے بات
نہیں کر رہا ہوں۔ تو تو جانور ہے۔ بخدا
میرے خیال سے تجھے دو آیتیں بھی
قرآن کی یاد نہیں ہیں۔ تجھے روز قیامت

والعذاب الالیم فقال له شمر
ان الله قاتلك وصاحبك عن
ساعة قال افبالموت تخوفنی
فوالله الموت معه احب
الی من الخلد معکم قال
ثم اقبل علی الناس رافعا
صوته فقال عباد الله لا
یغرنکم من دینکم هذا
الجلف الجافی واشباهه
فوالله لا تنال شفاعة محمد
صلی الله علیه وآله وسلم
قوما هرقوا دماء ذریته
واهل بیته وقتلوا من نصرهم
وذب عن حریمهم قال
فناداه رجل فقال له ان
ابا عبد الله یقول لك اقبل
فلعمری لئن کان مومن آل
فرعون نصح لقومه وابلغ
فی الدعاء لقد نصحت

رسوائی اور عذاب کے سوا کچھ نہیں شمر
نے کہا دیکھو! تھوڑی دیر میں اللہ تمہیں
اور تمہارے سردار کو قتل کرا دے گا۔
انہوں نے کہا تو موت سے مجھے ڈراتا ہے
بخدا ان کے ساتھ مرنا مجھے تم لوگوں
کے ساتھ حیات جاودانی حاصل
کرنے سے زیادہ پسند ہے۔ اس کے
بعد پھر وہ فوج کی طرف مخاطب ہوئے
اور بلند آواز سے کہا اے بندگان
خدا اپنے مذہب کے بارے میں
اس جاہل احمق اور اس کے ایسے
دوسرے لوگوں کے دھوکے میں
نہ آؤ کیونکہ شفاعت محمد مصطفٰے ان
لوگوں کو نصیب نہیں ہو سکتی کہ جو ان
کی اولاد اور اعزا کا خون بہائیں اور
ان کے مددگاروں کو قتل کریں۔ زہیر
اتنا کہہ چکے تو ایک شخص نے اصحاب
حسینؑ میں سے پکار کے کہا کہ حضرت
امام حسینؑ فرما رہے ہیں کہ بس چلے آؤ۔

maablib.org

لِهٰؤلاء وابلغت لو نفع النصح والابلاغ ۔

اگر مومن آل فرعون نے اپنی قوم کی نصیحت کا حق ادا کر دیا اور پوری کوشش سے انہیں حق کی طرف دعوت دی تو یقیناً تم نے بھی انہیں نصیحت کر دی اور پوری کوشش صرف کر دی مگر نصیحت اور کوشش ہدایت کوئی فائدہ بھی تو رکھے ۔

حُر کی تقریر

فوج عمر بن سعد سے حر بن یزید ریاحی نے جدا ہو کر امام کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت جہاد حاصل کی اس کے بعد لشکر ابن زیاد کے سامنے جا کر تقریر کی ۔ شیخ مفید تحریر فرماتے ہیں :۔

فقال یا اهل الکوفة لامّکم الهبل والعبر ادعوتم هذا العبد الصالح حتی اذا جاءکم اسلمتموه وزعمتم انکم قاتلوا انفسکم دونه ثم عدوتم علیه لتقتلوه و امسکتم بنفسه واخذتم بکظمه واحطتم به من کل جانب لتمنعوه

انہوں نے کہا اے اہل کوفہ تمہاری مائیں تمہارے ماتم میں بیٹھیں! کیا غضب ہے کہ تم نے اس نیک کردار بزرگ کو دعوت دی جب وہ آ گئے تو تم نے اُن کو چھوڑ دیا اور تم نے یہ خیال ظاہر کیا کہ تم اُن کے سامنے اپنی جانیں نثار کر دو گے پھر خود اُن ہی کے خلاف قتل کرنے کے لیئے دوڑ پڑے اور تم نے اُن کی سانس کا راستہ بند کیا، اُن کا گلا گھونٹ رکھا

Presented by: https://jafrilibrary.com

التوجه في بلاد الله العريضة فصار كالاسير في ايديكم لا يملك لنفسه نفعا ولا يدفع عنها ضرا وحلأتموه ونساءه وصبيته واهله عن ماء الفرات الجاري يشربه اليهود والنصارى والمجوس وتمرغ فيه خنازير السواد وكلابه فها هم قد صرعهم العطش بئس ما خلفتم محمدا في ذريته لا سقاكم الله يوم الظماء فحمل عليه رجال يرمونه بالنبل فاقبل حتى وقف امام الحسينؑ (ارشاد)

اور اُن کو ہر طرف سے گھیر لیا ہے کہ انہیں اللہ کی وسیع و عریض زمین میں کسی طرف جانے کا راستہ نہیں دیتے ہو۔ وہ تمہارے ہاتھ میں مثل قیدی کے بے بس ہو گئے ہیں کہ نہ اپنے نفع کا کوئی سامان کر سکتے نہ ضرر کو دفع کر سکتے ہیں اور تم نے انہیں، اُن کی عورتوں، بچوں اور تمام اعزا کو روک رکھا ہے اس بہتی فرات کے پانی سے جسے یہودی عیسائی اور مجوسی اور عراق کے سور اور کتے تک بھی پیتے اور لوٹتے ہیں اب ان لوگوں کا یہ عالم ہے کہ پیاس نے انہیں زمین پر ڈال دیا ہے۔ کیا بُرا تم نے سلوک کیا ہے محمد مصطفےٰ کی اولاد کے ساتھ۔ خدا کرے تمہیں قیامت کی پیاس میں سیراب ہونا نصیب نہ ہو تقریر یہاں تک پہونچی تھی کہ کچھ لوگوں نے ان پر تیروں سے حملہ کر دیا۔ وہ وہاں سے ہٹ کر پھر امام کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔

طبری نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (جلد ۶ صفحہ ۲۴۵) اس میں اور

شیخ مفید علیہ الرحمہ کی روایت میں جزئی اختلافات ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) ارشاد میں ہے:۔ ادعوتم هذا العبد الصالح حتی اذا جاءکم اسلمتموه	طبری میں ہے:۔ دعوتموه حتی اذا اتاکم اسلمتموه۔
(۲) ارشاد میں ہے:۔ وامسکتم بنفسه۔	طبری میں ہے:۔ امسکتم بنفسه (واو نہیں ہے)
(۳) ارشاد میں ہے:۔ واحطتم به من کل جانب فمنعتموه التوجه فی بلاد الله العریضة فصار کالاسیر فی ایدیکم	طبری میں ہے:۔ واحطتم به من کل جانب فمنعتموه التوجه فی بلاد الله العریضة حتی یأمن ویأمن اهل بیته واصبح فی ایدیکم کالاسیر۔
(۴) ارشاد:۔ لا یملک لنفسه نفعا ولا یدفع عنها ضرا۔	طبری:۔ لا یملک لنفسه نفعا ولا یدفع ضرا۔
(۵) ارشاد:۔ وحلأتموه ونساءه وصبیته واهله عن ماء الفرات	طبری:۔ وحلأتموه ونساءه واصبیته واصحابه عن ماء الفرات۔
(۶) ارشاد:۔ الجاری یشربه الیهود والنصاری والمجوس۔	طبری:۔ الجاری الذی یشربه الیهود والمجوس والنصرانی۔
(۷) ارشاد:۔ فها هم قد	طبری:۔ وها هم قد صرعهم

maablib.org

من عهم العطش۔ | العطش۔

(۸) ارشاد میں تقریر ختم ہو گئی ہے اس فقرہ پر کہ لا سقاکم اللہ یوم الظمأ

طبری میں ہے: "سقاکم اللہ یوم الظمأ ان احببتم وادا وتنزعوا عما انتم علیہ من یومکم هذا فی ساعتکم هذه۔"

---

(۹) تقریر کے بعد ارشاد میں ہے:۔ فحمل علیہ رجال یرمونه بالنبل۔ کچھ لوگوں نے تیروں سے حملہ کر دیا۔

طبری میں ہے:۔ فحملت علیہ رجالة لهم ترمیه بالنبل۔ "فوج دشمن کے کچھ پیادوں نے تیر لگانا شروع کر دیئے۔"

یہ تمام ایسے جزئی اختلافات ہیں کہ اس سے اصل معنی پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔

حنظلہ بن اسعد کا مخاطبہ

حنظلہ بن اسعد شبامی حافظ قرآن مجید تھے۔ ان کا مخاطبہ بھی آیات قرآنی کے ساتھ تھا۔ طبری نے لکھا ہے:۔ (جلد ۶ ص ۲۵۴)

جاء حنظلة بن اسعد الشبامي فقام بين يدي الحسين فاخذ ينادي يا قوم اني اخاف عليكم مثل يوم الاحزاب مثل دأب قوم نوح وعاد وثمود والذين

حنظلہ بن اسعد شبامی آئے اور امام کے سامنے کھڑے ہوئے اور پکار کر کہنے لگے (آیات قرآنی جن کا ترجمہ یہ ہے) اے قوم میں تمہارے لیے ڈرتا ہوں معتوب گروہوں کے انجام سے جیسے قوم نوح اور عاد وثمود

Presented by: https://jafrilibrary.com

من بعد هم وما الله يريد ظلما
للعباد و يا قوم اني اخاف عليكم
يوم التناد يوم تولون مدبرين
ما لكم من الله من عاصم ومن
يضلل الله فما له من هاد يا
قوم لا تقتلوا حسينا فيسحتكم
الله بعذاب وقد خاب من افترى
فقال له الحسين يا ابن اسعد
رحمك الله انهم قد استوجبوا
العذاب حين ردوا عليك ما
دعوتهم من الحق ونهضوا
اليك ليستبيحوا دمك واصحابك
فكيف بهم الان وقد قتلوا
اخوانك الصالحين ۔

اور جو ان کے بعد تھے اور اللہ بندوں پر
ظلم نہیں چاہتا اور اے قوم میں تمہارے
لئے ڈر رہا ہوں اس روز قیامت کے ہول سے
جس وقت تم بھاگے رہے ہو گے مگر خدا کے
عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہو گا اور جسے اللہ
گمراہ چھوڑ دے اُس کا کوئی ہدایت کرنے والا
نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد کہا اے قوم
حسینؑ کو قتل نہ کرو۔ نہیں تو اللہ تمہیں عذاب
کا مستوجب کر دے گا اور افترا پرداز ہمیشہ
ناکام رہتا ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے
ابن اسعد! اللہ اپنی رحمت تمہارے شامل
حال کرے، عذاب کے مستحق تو یہ اُسی وقت
ہو گئے کہ جب انہوں نے تمہاری دعوت
حق کو ٹھکرا دیا اور تمہارے خلاف چڑھ دوڑے
اس مقصد سے کہ تمہارا اور تمہارے اصحاب کا خون بہائیں۔ حالانکہ انہوں نے اب تو تمہارے
نیک بھائیوں کو قتل بھی کر دیا ہے۔

شہید کربلا کی آخری تقریر

یہ تقریر ایسے نازک موقع پر ہوئی تھی جب کسی دوسرے مقرر کی نہ زبان میں

Presented by: https://jafrilibrary.com

طاقت ہو سکتی تھی، نہ دل میں کہ وہ اس وقت ایک جملہ بھی بطور تقریر کے کہہ سکے یہ وہ موقع ہے جب مجاہد کربلا پشت فرس سے روئے زمین پر آئے کا ہے دل پر تو سو ڈیڑھ سو داغ تھے ہی اب جسم پر سیکڑوں زخم بھی لگ چکے ہیں طبری نے لکھا ہے:-

قال ابو مخنف حدثني الصقعب بن زهير عن حميد بن مسلم قال كانت عليه جبة من خز وكان معتما وكان مخضوبا بالوسمة قال وسمعته يقول قبل ان يقتل وهو يقاتل على رجليه قتال الفارس الشجاع يتقي الرمية ويفترص العورة ويشد على الخيل وهو يقول اعلى قتلي تحاثون اما والله لا تقتلون بعدي عبدا من عباد الله الله اسخط عليكم بقتله مني وايم الله اني لارجو ان يكرمني الله بهوانكم ثم ينتقم لي منكم من حيث لا تشعرون اما والله ان لو

ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے صقعب بن زہیر نے کہا حمید بن مسلم کی زبانی (حمید سے کس نے بیان کیا؟ اس کا ذکر نہیں ہوا ہے کیونکہ خود حمید واقعۂ کربلا میں موجود نہ تھے) کہا راوی نے کہ حضرت (روز عاشور) ایک خز کا جبہ پہنے تھے اور عمامہ باندھے تھے اور وسمہ کا خضاب لگا ہوا تھا کہا میں نے سنا آپ کو کہ آپ شہید ہونے کے قبل کہہ رہے تھے اُس حالت میں کہ جب پیادہ پا ایک نہایت بہادر شہسوار کی طرح جنگ کر رہے تھے حربوں کو بچاتے تھے اور دشمن پر مناسب موقع ہوا بھی کرتے تھے اور سواروں پر حملہ آور ہوتے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے "تم میرے

maablib.org
Presented by: https://jafrilibrary.com

قد قتلتمونی لقد القی اللہ
باسکم بینکم و سفک دمائکم
ثم لا یرضی بکم بذلک حتی
یضاعف لکم العذاب الالیم

قتل پر باہم ایک دوسرے کو رغیب دے
رہے ہو؟! بخدا مجھ سے بڑھ کر کوئی
ایسا نہ ہوگا جس کے قتل کرنے پر اللہ ناراض
ہو - بخدا میں امید کرتا ہوں کہ تمہاری
اس تذلیل و توہین کی بدولت خدا مجھے عزت دے گا پھر تم سے میرا بدلا لے گا
اس طرح کہ تم کو خبر بھی نہ ہوگی - بخدا جب تم مجھے قتل کر لوگے تو خود تم میں پھوٹ
پڑ جائے گی اور تم میں خونریزی ہوگی - پھر اتنا ہی نہیں بلکہ عذاب دردناک
(آخرت کا) بھی سامنے آئے گا)

کربلا کے بعد مستقبل نے حضرت امام حسینؑ کے ایک ایک حرف کی تصدیق
کر دیا -

علی نقی النقوی

maablib.org

MAAB 1431
مرکز احیاء آثار برّیة
maablib.org
Presented by: https://jafrilibrary.com

سلام علیکم

آپ کا امامیہ مشن لکھنؤ ۱۹۳۲ء سے قلمی جہاد کر رہا ہے۔ تقریباً ۵۰۸ کتابیں ہر موضوع پر ہر مذہب کے مستند علماء اور اہل قلم کی چھاپ چکا ہے کچھ کتابوں کا ترجمہ دس زبانوں میں ہوا ہے۔ مشن میں تازہ روح ڈالی جا رہی ہے تقریباً ۶۰۰ نئی اور پرانی کتابیں شائع کرنا ہیں۔ آفسٹ چھپائی مشین خریدنا ہے ۱۱، ۳۰ قرآن کے پاروں کا ترجمہ چھاپنا ہے کتابیں رکھنے کے لئے لوہے کی الماریاں بنوانا ہیں کتابوں کی جلد بندی ہوتا ہے دفتری اثاثات بڑھانا ہے وغیرہ وغیرہ ان واجبی تبلیغی کاموں کے لئے لاکھوں روپیہ کی ضرورت ہے۔ آپ سے التدعا ہے کہ مشن کی کوئی ایک کتاب یا کتابچہ اپنے کسی مرحوم عزیز کے ثواب کے لئے چھپوا دیں جس میں مرحوم کا نام مرحوم کا فوٹو ہوگا سورۂ فاتحہ کی التجا اور چھپوانے والے کا نام تحریر کیا جائے گا۔ ۱۶۰ صفحہ کے ایک ہزار کتابچوں پر آٹھ سو روپیہ ۳۲ صفحہ پر ۱۵۰۰ سو اور ۶۴ صفحات پر ڈھائی ہزار روپیہ خرچ ہوں گے۔ اس حساب سے ضخیم کتابوں پر خرچ ہوگا۔ یہ کتابیں غیر مسلمین کو مفت تقسیم ہوتی ہیں جن کو پڑھ کر وہ دین حق قبول کرتے ہیں اقوام عالم اپنے مذہب کی تبلیغ پر روپیہ پانی کی طرح بہا رہے ہیں دین حق کے لئے آپ بھی امکانی امداد فرماتے رہیے اور دوسروں کو متوجہ کیجئے۔ کام شروع ہو چکا ہے

کتابیں کتابچے چھپ چکے ہیں ترجمے بھی ہو رہے ہیں کچھ اور کتابیں پریس جانے والی اور کچھ پریس سے آنے والی ہیں۔

امداد کے طریقے:۔ رقوم سہم امام، فطرہ، امام ضامن، چرم قربانی، خمس و زکوٰۃ، نذر، مجالس و محفل میں مشن کے رسالے بطور تبرک اور خوشی کے موقعوں پر بطور انعام و تحفہ دیجئے۔ مشن علاوہ جمعہ کے ہر دن ۱۲ سے ۴ بجے دن تک کھلتا ہے۔ فیس ممبری عمومی ۲۵ روپیہ سالانہ محرم سے ذی الحجہ تک ۳۵ روپیہ کی مشن کی کتابیں مفت زیادہ خریدنے پر ۲۰ فیصد رعایت دائمی ممبر ایک ہزار روپیہ یکمشت یا دس قسطوں میں ۱۰۰ روپیہ کی مشنی کتابیں مفت زیادہ لینے پر ۳۰ فیصد کی چھوٹ اور ممبری کے بعد سے تاحیات ہر چھپنے والی کتاب مفت۔ محسن مشن ۵ ہزار مربی مشن دس ہزار روپیہ یکمشت یا ۲۰ قسطوں میں۔ ہر موجودہ کتاب اور تاحیات ممبر ہر شائع ہونے والی کتاب مفت دی جائے گی۔

آپ کا مشن برابر ترقی کر رہا ہے نئے ممبر بنانے کے لیے ۱۰ نام و پتہ روانہ کیجئے اگر سالانہ چندہ بھیجا ہو تو روانہ کیجئے۔ دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر طرح خود مدد کیجئے دوسروں کو توجہ دلایئے